ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

آریہ سماج کا چوتھا نیم

آریوں کو ست (سچ) کے گرہن کرنے اور اَست (کذب) کی تیاگنے (ترک کرنے) میں سروداُدیت (مستعد) رہنا چاہیئے

الہامی کلمہ

میں مسلمان ہوگیا

یعنی

اختیار الاسلام

حصہ سوئم

مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

در مطبع انوار الاسلام واقع قادیان دارالامن والامان مطبوع گردید

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ۔۔ ۹ دفعہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔۔ ۹ دفعہ

ملنی چاہیے[1] نہ کہ انتظام میں لاکھوں کروڑوں سال ضائع کئے جاویں۔ کسی نے سچ کہا کہ "اس سخنی سے بخیل بھلا جو ترت دے جواب"۔

حاصل کلام یہ کہ جس صورت میں ہر ایک نیکوکار اپنے اپنے اعمال کے مطابق رنج و راحت کا امیدوار اور نشانہ بنے گا اور مکتی ہر ایک آریہ اور غیر آریہ کو ایک ہی وقت میں میسر آئے گی اور ایک ہی تاریخ پر سب نیک و بد مکتی خانہ میں جاویں گے پھر اگر کوئی آریہ بنے تو کس چیز کے لئے بنے۔ اگر دنیوی راحت کے لئے کہتے ہو۔ تو دنیوی راحت انگریزوں کو خوب حاصل ہے اگر مکتی کے لئے بلاتے ہو تو چند روزہ مکتی کی ضرورت نہیں جس سے ہر ایک آریہ کو بصد حسرت الگ ہونا پڑیگا ہمیشہ کے لئے مکتی کی ضرورت ہے جو اسلام پیش کرتا ہے + انصاف انصاف کا دعوی کیا جاتا ہے ارے بھائی اگر خدا دنیا میں بغیر اعمال اور کرموں کے کروڑوں روپوؤں کی نعمتیں یونہی دیدیتا ہے اور اس کے انصاف اور عدل میں فرق نہیں آتا چنانچہ سورج پانی

[1] حدیث میں آیا کہ مرنے کے بعد نیک کے لئے قبر بہشت ہو جاتی ہے اور بدکار کے لئے دوزخ ہو جاتی ہے۔ یعنی مرتے دم جنتی اور دوزخی حالت شروع ہو جاتی ہے اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ آریوں کی غلطی ہے کہ اسلام میں جہنم کی دائمی سزا مقدر ہے بلکہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ بہشتیوں کیلئے عطاءً غیر مجذوذ یعنی انہیں ایسا عطیہ ملیگا کہ وہ منقطع نہ ہوگا لیکن دوزخیوں کے حق میں عطاء غیر مجذوذ نہیں آیا بلکہ اُن کے لئے فرمایا الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ یعنی جو کچھ پروردگار چاہیگا اُسے کردیگا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہی ہے۔ اب اُس کا چاہنا بھی قابل غور ہے وہ مالک رحمٰن وہ رحیم وہ رب العٰلمین جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ہر ایک بدی اور نقص اور عیب سے مبرا ہے اُسکا چاہنا مغلوب الغضب سینہ پر کینہ لوگوں کیطرح ہرگز نہیں۔ یہ ملوکانہ گفتگو کا تکیہ کلام ہے جس سے ہر ایک دانشمند سمجھتا ہے۔ رحیم کریم مادر و پدر سے برتر مہربان کا چاہنا ایسا نہیں کہ بے محل ہو۔ اس کی مشیت بھی حق اور انصاف پر مبنی ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد و تحرک نسیم ابوابھا۔ یعنی دوزخ پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہوگا اور صبا اس کے دروازوں کو ہلا رہی ہوگی۔ منہ

ہوا اور بروقت بارش ہوتے ہیں کسانوں اور عام انسانوں پر کروڑوں روپوؤں کا یونہی بغیر محنت کے وہ رب العالمین فضل کر دیتا ہے اور اُس کے انصاف پر کوئی خلل اور نقص عائد نہیں ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ اگر کسی پرستار کو دائمی مکتی دیکر کروڑں روپوؤں کا فضل کر دے تو کونسا ظلم اور جور وستم خدا کی درگاہ سے منسوب اور شمار ہو سکتا ہے اگر کسی کا حق دبایا جاوے اور حقدار کو حق نہ دیا جاوے تو بیشک کہا جاسکتا ہے کہ فلاں منصف نے انصاف نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کا دُنیا اور مخلوق سے منصف ہونے کا واسطہ اور تعلق نہیں۔ بلکہ اُس کا مخلوق سے مالکانہ تصرّف اور تعلّق کا واسطہ ہے۔ چنانچہ دیانند جی خود مانتے ہیں کہ پرمیشر اس عالم کا مالک ہے دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۱۔ ”ایشور دُنیا کا مالک ہے اُس کو باپ کی طرح پکارو میں سب سے پہلے موجود اور دُنیا کا مالک ہوں“ اب ہم آریوں سے پوچھتے ہیں کہ دُنیا میں باپ سے لڑکا اشیاء خوردنی اور پوشیدنی مانگتا ہے اور اُنسے مستفید اور بہرہ ور ہوتا ہے اور آخر کار بعض اوقات اپنے بچے کو ہزار دو ہزار روپیہ اور مکان اور جائداد کا وارث بناتا ہے اور جو چاہتا ہے اُس کو عنائت کرتا ہے کیا ایسے باپ کو احمق ظالم اور بے انصاف تجویز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُس نے اپنے بچے کو بغیر کسی استحقاق ذاتی کے یونہی زر کثیر سے متمتع کیا۔ ایسے باپ جو در اصل ہر ملک و ملّت میں ملتے ہیں کیا وہ سب ظالم بے ایمان عدل و انصاف اور عقل و فہم سے خالی اور فراست اور دیانت سے بے نصیب ہیں ہم تو ایسے باپوں کو نیک نہاد اور صاحب فہم و فراست تجویز کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی آریہ مہاشہ اپنے والدین کو ایسا ویسا کہنا تجویز کرتا ہے تو اُسے کہنے دو۔ پر ہم اُسے نیک ایماندار نہیں تسلیم کر سکتے۔ پس جب ایک شخص جو اپنے گھر کا مالک ہے وہ اپنے مال کو عقل و فہم سے کام لیکر بغیر محنت اور اُجرت کے اپنے خادموں اور بچوں کو علاوہ تنخواہ ضروری کے بخش کر بھی عادل اور رحیم اور کریم النفس انسان ٹھہر سکتا ہے تو وہ پرمیشر جو لاکھوں نعمتیں بغیر محنت و مزدوری کے ہمیں ہر روز دیتا ہے اگر اُسکو

ہم بقول سوامی جی باپ کی طرح مالک کے نام سے پکار کر کچھ مانگیں تو کیا وہ اپنی عادت مستمرہ کے موافق کچھ دینے میں عدل اور انصاف سے خالی تجویز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر میں کسی غریب مفلس نادار کو عند الطلب ایک روپیہ بغیر اُس کی محنت کے دیدوں تو میں ہرگز ظالم نہیں ٹھہر سکتا۔ جو شخص بہت سے کریم النفس آریوں کو جو لاکھوں روپے بغیر محنت اور اُجرت کے غربا کی پرورش میں خرچ کرتے ہیں ظالم اور بے ایمان کہتا ہے وہ درحقیقت خود بے ایمان اور سیاہ دل اور ناپاک فہم انسان ہے۔ جس طرح ہم عقل و فہم سے کام لیکر ہر ایک خادم کو بقدر لیاقت اور طاقت ملازم کے اُسے کسی فرض منصبی پر مقرر کرتے ہیں۔ اور اس میں کوئی بے انصافی اور ظلم نہیں اسی طرح علیم و حکیم رب العالمین بھی "ہر کسے را بہر کارے ساختہ اند" پر عملدرآمد کرتا ہے۔ ہاں جس طرح ہمارا ملازم خیانت کا مرتکب ہو کر مستوجب سزا ٹھہر جاتا ہے اسی طرح ہر ایک مجرم اور بد دین اپنے کرموں اور عیوب گوناں گوں کا جوابدہ ہوگا[۲]۔ کیونکہ نیک و بد اعمال کے

حاشیہ

[۱] مندرجہ بالا بیان اور دُعا سے ثابت ہُوا کہ آریوں میں دُعا کا مانگنا ثواب ہے پھر دُعا کے اثر سے انکار اور کفر کرنا بے ایمانی ہے اگر پرمیشر نیک نہاد باپ کی طرح دُعا مانگنے پر نیک بندوں کو انعام و اکرام سے بہرہ ور نہیں کرتا اور بروں کو بوقتِ مباہلہ ہلاک نہیں کر دیتا ہے تو دُعا مانگنا سوامی جی نے کیوں جائز رکھا۔ اگر جائز ہے تو لیکھرام جی کی موت سے جو نتیجہ نکلا اُسکو مان کر اسلام لاؤ اور ضد اور تعصب سے اپنی زندگی بے بہا کو یونہی نہ گنواؤ کیونکہ یہ زندگی پھر ہاتھ نہ آویگی خواہ نخواہ مہاں پرلے کو رونا اور دانت پیسنا ہوگا اپنی جان پر رحم کرو اور معصوم بیوی بچوں کے بالواسطہ اور انکار گناہ اور پاپ اپنی گردن پر نہ اُٹھاؤ اگر تم درحقیقت اپنے لختِ جگر بیٹوں اور کنیاؤں سے محبت اور پیار کرتے ہو تو اُن سے بھی ہمدردی کرو اور اسلام کے قبول کرنے میں انہیں عذاب اور دکھ کی مار سے بچاؤ کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ منہ

حاشیہ [۲] ۔ خدائے علیم حکیم کا ہر فعل راستی اور حق و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ آریوں کا یہ اعتراض کرنا

ارتکاب اور اکتساب میں وہ مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اُسے بھی ہدایت دی گئی ہے کہ فلاں راہ مستقیم ہے اور فلاں امر یعنی ۴۸ سال کی عمر میں شادی کرنا بیہودگی اور لایعنی گپ محض ہے پس بموجب آیت وان لیس للانسان الاما سعیٰ۔ یعنی جیسا کوئی کرے ویسا بھرے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ ایسا نہیں کہ سانپ ہونے کی جنم کی کسی کرتوت نے اُسے نافرمان اور پاپی بنا دیا ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اصل مطلب کیطرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ بقول سوامی جی (ستیارتھ پرکاش باب ۱۱) میں لکھتے ہیں خواہ کوئی نیکوکار ہو اُس کو دُکھوں سے نجات نہ ہوگی۔ لہٰذا سماج میں داخل ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

مگر میں کہتا ہوں جیسا کہ یہاں کے آریوں کو بھی اقرار ہے کہ میں بفضلہٖ نیکوکار ہوں اور بجائے دو وقت کے پانچ وقت سندھیا اور اُپاسنا کرتا ہوں

نکتہ

کہ نیکوں اور بدوں سے یکساں سلوک کیا جاوے گا یا بلا تمیز اعمال یا جس طرح خدا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے ٹھیک نہیں۔ (۱) خدا فرماتا ہے کہ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون (سجدہ) یعنی مومن اور فاسق خدا کی درگاہ میں برابر کبھی نہیں ہو سکتے چہ جائکہ معاملہ برعکس ہو۔ یعنی نیک کو عذاب اور پاپی کو نجات ہو یہ خدا نہیں کرتا اور یفعل مایشاء کے یہ معنے ہیں کہ وہ حکیم علیم اپنی کمال حکمت دانائی اور راستی سے کام لیکر جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے جیسے ہم کہیں کہ فلاں مجسٹریٹ جو عادل اور انصاف پسند ہے وہ جس طرح چاہے گا فیصلہ کرے گا اگر اُس کا فیصلہ اندھا دھند ناانصافی پر مبنی ہے تو اُس کو کبھی کوئی عادل اور انصاف پسند حاکم ہی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اُس کو ظالم خطاکار کہا جاتا ہے۔ پس یہ کس قدر نادانی اور بے ایمانی عمداً کیجاتی ہے کہ یفعل مایشاء پر اعتراض کیا جاتا ہے اسی طرح اُن کور باطنوں کا یہ اعتراض دیانند کی جہالت پر مبنی ہے۔ کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وغیرہ سے اسلام میں قتل ونہب وجبر جائز ہے۔ یعنی اس آیت کی رُو سے

اور ہر ایک بدی سے بچنے کی سعی کرتا ہوں لیکن یہاں کے آریہ صاحبان اگنی سنسکار اور پاسن کرنے
سے دستکش ہیں اور نا ہی بحکم ستیارتھ پرکاش بیاہ و شادی اور مرگ میں ویدک اصول پر
عامل ہیں چنانچہ سال رواں میں جب طاعون پڑی تو بعض اموات جو خاص آریوں میں
واقع ہوئیں انہوں نے حسب ویدک احکام صندل کی لکڑی اور وزن میں جسم کے برابر

اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ واضح ہو کہ سورۃ براۃ اصلیین اعلان جنگ ہے جس کے پہلے
رکوع کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بڑے حج کے دن عام لوگوں کو اطلاع دیدو کہ خدا اور رسولؐ مشرکین سے
بیزار ہیں انہیں چار ماہ تک اجازت ہے کہ اپنا بچاؤ کرلیں کیونکہ انہوں نے تمام عہد و پیمان پر
خاک ڈالدی ہے اور دین حق کے برباد کرنے کے لئے نہ صرف رسولؐ اور صدہا مومنوں کو گھروں
اور رشتہ داروں سے نکالکر جلاوطن کیا اور نہ صرف رسولؐ کے مخالفوں کو مدد دی اور نہ صرف
مکہ ہی سے اہل اسلام کی بیخ کنی کی بلکہ مدینہ میں بھی اس شرارت کا تخم بویا ہے اور نہ صرف مومن
عورتوں کی شرمگاہوں کو برچھیوں سے چاک کیا) بلکہ اسلام کو بالکل نیست و نابود کرنیکی فکر میں ہیں
پس یہ لوگ اب مجرم ہیں اگر اب ان سے جنگ نہ کی جاوے تو معصوم بچوں اور عورتوں کو گویا اپنے
ہاتھوں اور سفاک ظالموں کے ذریعے ہلاک کرنا ٹھہرتا ہے ہاں جن لوگوں نے عہد و پیمان نہیں توڑا
فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم یعنی جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم بھی اُن سے
سیدھے رہو۔ یعنی وہ مشرکین جنھوں نے تم سے کوئی عہد شکنی نہیں کی اور نہ تم پر تمہارے
دشمنوں کو برانگیختہ کر کے چڑھا لائے فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم یعنی اُن سے
جو عہد و پیمان تم نے کیا ہُوا ہے اُسکو پورا کرو اور بلا کم و کاست نبھاؤ۔ ناظرین غور کریں اہمیں
کونسی جبر اور اکراہ اور قتل و نہب بلا وجہ یا صرف دین کی خاطر جائز رکھی گئی اتنا تو سب لوگ
جانتے ہیں اور انگریز مورخین بھی شاہد ہیں کہ مکہ سے حضرت محمدؐ صلعم اپنے خون کے پیاسوں سے
نکالے گئے اور چالیس۴۰ کوس تک اُن مردم خور لوگوں نے کتوں کی طرح تعاقب کیا (حالانکہ
آپ اُنکا خون نہیں کر آئے تھے صرف آریوں کی طرح بُت پرستی کی تردید کی تھی) اور طائف
میں لیکچر دلانے کے بہانہ سے آپکو (فداہ ابی و امی) بلا کر بارہ کوس تک بچوں اور گنڈوں سے

روغن زرد اور کستوری کیسر وغیرہ اشیاء قیمتی سے لاشوں کو نہیں جلایا۔ نہ ہی لوگ بیسیوں اور امور
اور احکام ستیارتھ پرکاش کے عامل ہیں۔ پس جب صورت میں یہ لوگ اتنے احکام کی خلاف
ورزی کر کے اپنے مُنہ آپ آریہ بن رہے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ مجھے جو نیک اوصاف سے موصوف بفضلہ
ہوں آریہ (شریف آدمی) نہیں سمجھتے۔ لکھا ہے کہ جو سندھیا ہر روز دو وقت نہیں کرتا وہ شودر
ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۷) لیکن میں ضرور کرتا ہوں پس مجھے بحکم سوامی جی برہمن اور
اعلیٰ درجہ کا آریہ کہنا بھی بجا اور درست ہے۔ اور مجھے اُن تمام پرائیویٹ حقوق سے بہرہ ور

پتھر برسائے اور سخت دھوکہ بازی اور مکاری کی اور آپ نے فرمایا کہ مجھے بارہ کوس تک نہیں معلوم
کہ کہاں بھاگا جاتا ہوں اور اسی طرح ایک قبیلہ نے ستر عالم اور حافظ قرآن جوان صحابہ کو جنہیں
آپ نے نہایت عرق ریزی اور خون جگر کھا کر واعظ اور عالم بنایا تھا۔ بھیڑ اور بکری کی طرح نہایت
بے رحمی اور دردناک طور سے ذبح کر ڈالا جس خوفناک حادثہ سے تمام صحابہ کی آنکھوں سے
آنسو ڈبڈبائے مگر پھر بھی اسی طرح کی صدہا بے رحمیوں اور سفاکانہ جور و ستم کی کارروائیوں پر
حکمِ قرآن نازل ہُوا کہ فاصبروا۔ صبر کرو

اور نیز اس امر سے بھی تمام واقف ہیں کہ مُلک حبش میں صدہا صحابہ بھاگ گئے اور کچھ مدینہ
میں آئے مگر جب اُن کے لئے وہاں کی زمین بھی پناہ دیتی ہوئی نظر نہ آئی اور آسمان دھندلا دکھا
نظر آنے لگا اور ہر ایک کو جان کے لالے پڑ گئے تو کیا اُس وقت اُن جرائم شدید کے برداشت
کرنے کے بعد بھی اُن کی سزا دہی سے اسلام اپنی چارہ جوئی نہ کرتا اگر یہ نہ کرتا تو کیا کرتا وہ لوگ
بڑے ظالم اور نابکار دریدہ دہن ہیں جو ناحق اسلام کے جہاد پر شرمناک حملہ کرتے ہیں اگر
ایسے جرائم کی سزا دینا گناہ اور ظلم ہے تو سرکار انگریزی کو ظالم اور سفاک کیوں نہیں سمجھ
دیتے جو ایسے جرائم کی ہر روز سزا دیتی اور گوشمالی کرتی ہے اے ظالمو صرف حادثہ بلکہ
سے ہندوستان فتح ہونا شروع ہو گیا تھا کیا نہیں اپنے ملک کی تاریخ بھی نہیں آتی۔

منہ

ہونے کی اجازت دینی چاہیئے۔ جو اعلیٰ ورن والے آریہ کے لیئے لوازمات اور امور ضروریہ سے ہیں۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ تم سماج میں داخل نہیں ہو۔ اور روح اور مادہ کو انادی نہیں مانتے اس لیئے تم آریہ نہیں ہو۔ لہٰذا تم اعلیٰ ورن کے حقوق مخفیہ سے محروم کیئے گئے ہو۔ تو بھی یہ امر غلط ہے کیونکہ سوامی جی نے اعمال پر ہر ایک کا ورن قرار دیا ہے لیکن میں بفضلہ تعالےٰ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی یہاں کے آریوں سے بدرجہا نیک تر اور اوصاف حمیدہ سے موصوف رہی ہے چنانچہ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ قصبہ بھیرہ ضلع شاہپور میں یہ عاجز ایک عرصہ دراز تک تعلیم پاتا رہا ہے وہاں کا قریباً بچہ بچہ مجھے جانتا ہے لیکن اگر کوئی تحقیقات کرے تو بھیرہ میں سے کوئی ذی عزت اور نیک طینت انسان میرے برہمن (نیک) ہونے یا آریہ (یعنی شریف انسان) ہونے میں کوئی کلمہ ناپاک مُنہ پر نہیں لا سکتا۔ بلکہ میرے نیک چال چلن پر ہندو اور آریہ صاحبان گواہ ناطق ہیں اگر کسی کو شک اور شبہ ہے تو میں اُن کی شہادت ثبت کرا سکتا ہوں۔ مادہ اور روح کو انادی نہ ماننا مجھے آریہ یا مہاتما بننے سے روک نہیں سکتا جس صورت میں آریہ لوگ باوجود بیسیوں احکام وید کی تعمیل سے روگردانی کرتے ہوئے برہمن سوامی اور آریہ مہاشے کہلا سکتے ہیں اور ان میں سے بعض کو ادنے (ورنوں) ذاتوں پر خاص فضیلت حاصل ہے پھر یہ کسقدر بے انصافی اور ظلم صریح ہے کہ مجھے بعض پرائیویٹ اور خانگی معاملات عظیم الدخل میں مستثنےٰ قرار دیا جاوے۔ اور مجھ جیسے آریہ (شریف انسان) کو اُن حقوق اور اسباب تنعم سے محروم کیا جاوے جن سے وہ لوگ بغیر استحقاق اور بصورت عدم ثبوت نیک چلنی کے یونہی مالا مال ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی آریہ اُپدیش کرتا ہے یا نیک کاموں میں مصروف ہے تو یہ عاجز بھی اُپدیش وغیرہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ بلکہ جو ستیارتھ پرکاش میں ہدایتیں کردی ہیں اُنپر یہاں کے آریوں کی نسبت میں بہتوں پر عامل ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھے اعلیٰ ورنوں کے حقوق پر دعویٰ مع دلیل ہے جس کا رد کرنا گویا خود پاپی اور گنہگار بننا ہے۔ ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ ہم کسی مہاشہ کو خصوصیت سے مخاطب کرکے کچھ تحریر کرتے لیکن جب بار بار بعض اعتراضات کو پبلک میں بذریعہ آریہ مسافر میگزین شائع کیا جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں کو دُکھدیا جاتا ہے اس لئے قرینِ مصلحت یہی ہے کہ اُن کی سرکوبی کسی قدر واجبی اور لازمی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

آریوں کے چند اعتراضات

کا

جواب باصواب

(۱) ہر ایک فرد بشر پر ظاہر ہے کہ شفاعت کی حقیقت اور ماہیت بارہا آریوں کے سامنے پیش کی گئی ہے لیکن بعض انسان ایسے شوریدہ بخت اور بدطینت ہوتے ہیں کہ باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمیشہ سرکوبی ہوتی رہے جو دیدہ دانستہ خباثت اور نجاست پر گرتے ہیں اور دیانت اور امانت کا طریق عمداً ترک کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ شفاعت کا لفظ شفع سے مُشتق ہے جس کے معنے جوڑے کے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ شفاعت ہر جگہ اور ہر زمانہ اور ہر انسان اور پرند چرند میں پائی جاتی ہے اور قانون قُدرت اِس سے بھرا پڑا ہے اگر ایک دن شفاعت کا انکار عملی طور سے کیا جاوے تو دنیا کا سلسلہ درہم برہم ہو سکتا ہے۔ شفیع دو طرح کے ہوتے ہیں ایک روحانی اور دوسرے جسمانی۔ چنانچہ ہر روز مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو بیمار جادہ صحت تندرستی اور راستی سے دور اور مہجور ہو گیا ہے اور ہر وقت کھانسی بخار اور خطرناک عوارض شدیدہ میں مبتلا ہو کر تندرست اور جوان صحیح سلامت لوگوں کی جماعت صحبت باہمی تعلقات اور لُطف و کرم سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ پھر حکیم جو جسمانی شفیع ہے اُس کے اعمال کردہ کے نتائج بد کو جو امراض شدیدہ کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گوناگوں

شربت تبرہ..... اور دوا دارو سے دور کرنا چاہتا ہے اور بیمار کی اندرونی آلائشوں اور مواد
خبیثہ کو جو بیمار کے افعال بد سے پیدا ہوئے ہیں۔ دور کرتا ہے اور آخر کار اُسکو بیماروں سے
نکال کر قوی ہوشیار اور تندرست لوگوں کی جماعت میں شامل (جفت شفع) کر دیتا ہے۔
پس یہ شفاعت جسمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موسمی بخاروں کے دنوں میں کونین وغیرہ
مواد خبیثہ کے منتفی کرنے کے لئے شفاعت کا حکم رکھتی ہیں اور بیماروں کی خوراک و مکان
رہائشی اور کپڑوں وغیرہ کی ہائی جین کا خیال رکھنا بھی سفارش کا قائم مقام ہوتا ہے۔ دراصل
ایسے بیمار اس قابل نہیں ہوتے اور حق نہیں رکھتے کہ انہیں تندرستوں میں ملا دیا جاوے
لیکن حفظان صحت کے اصول پر جو عملدرآمد کرایا جاتا ہے وہ فعل بیماروں کے لئے سفارش کا
کام دیتا ہے اور آخر کار انہیں جب وہ کسی تشفیع یعنی حکیم کی سفارش یعنی معالجہ وغیرہ سے
اس قابل ہوتے ہیں کہ انہیں تندرستوں میں شامل کر دیا جاوے تو وہ انصاف اور
عقل کی رو سے تندرستوں کی جماعت میں آملتے ہیں اور کوئی نیک طینت اس فعل کو ناانصافی
اور ظلم پر مبنی نہیں کہہ سکتا۔ پس جس طرح جسمانی بیمار لوگ ایک ردی حالت ابدی غلاظتوں اور
نجاستوں سے بکلی پاک صاف ہو کر اعلیٰ اور پاک لوگوں کے محلوں میں جا بستے ہیں
اور کوارنٹین کی حد بندیوں سے مستغنی ہو کر زندگی کا لُطف اُٹھاتے ہیں اسی طرح
روحانی بیماروں کا حال ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ روحانی بیمار بھی روحانی حکیم (شفیع)
کی دُعا اور شفاعت سے روحانی آلائشوں اور گناہ کی نجاستوں سے پاک ہو جاتے
ہیں۔ اور وہ سفارش اندھا دُھند ہر ایک بدمعاش فاسق فاجر کے لئے بلاوجہ نہیں۔
بلکہ وہ علیم حکیم جو تمام سینوں کے اسرار اور معائب وغیرہ سے بکلی واقف اور خبر رکھتا
ہے اُس کے اذن اور حکم لئے ہوئے جو حکمت انصاف اور دانائی اور علم حقیقی پر مبنی ہے اور
اُنہی کے لئے شفاعت کی اجازت ہوگی جو اس قابل ہیں کہ انکی اندرونی غلاظتیں
جہنم کی آگ کے جلائے بغیر ہی معدوم ہونے والی ہیں۔ جیسے کہ بعض بیماروں کو صرف
اتنا ہی نسخہ کافی ہو جاتا ہے کہ اُنہیں حفظان صحت کے قواعد کی تاکید اور اطلاع
کرنی ہی کافی ہو جایا کرتی ہے جس سے پاک و صاف مکان اور مقطر پانی سے اُن کی

اندرونی آلائشں دور ہوجاتی ہے لیکن بعض کو تیز جلاب دینا ہی انصاف اور حکمت سے وابستہ ہوتا ہے ۔ لکھا ہے کہ ہر ایک دوا اور ہر ایک بوٹی اپنا اپنا خاص اثر اور قوّت رکھتی ہے ۔ پھر جس صورت میں ادنیٰ ادنیٰ چیزیں اور دوائیں اپنا اپنا اثر رکھتی ہیں پھر انسان کا دل کیا ایسی ناقص چیز اور بے اثر محض ہے جس کے مضطرانہ حالت کی رقّت اور قوّتِ جاذبہ اور توجہ اور کشش اور مقناطیسی جذبۂ عارفین کاملین کوئی بھی اثر اور نتیجہ خیز نہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ۔ چنانچہ سوامی جی بھی خود لکھتے ہیں کہ "سندھیا اور اُپاسنا کا نتیجہ اور پھل یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سردی سے گھبرائے ہوئے آدمی کی سردی آگ کے نزدیک جانے سے دور ہوجاتی ہے اُسی طرح پرمیشر کی نزدیکی اور اُپاسنا وغیرہ سے تمام عیب دُکھ چھوٹ کر پرمیشر کے صفات ۔ فعل اور عادات کی مانند جیو آتما کے صفات اعمال اور عادات پاک ہوجاتے ہیں ۔ اور علاوہ دیگر فوائد کے بھاری فائدہ یہ ہے کہ دکھوں میں برداشت کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور کمزوری دور ہوکر پہاڑ جیسے دُکھ بھی باسانی برداشت ہوسکتے ہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۴)

واضح ہو کہ تمام دُکھ اور مصائب کی تکلیف اور عیوب اعمالِ بد کا نتیجہ ہیں جو بقول بعض آریوں کے کسی صورت میں دُکھ دردبھوگنے کے بغیر رہ نہیں سکتے ورنہ انصافِ الٰہی قائم نہیں رہ سکتا ۔ لیکن بقول سوامی جی کمزوری عیوب و دُکھ وغیرہ اُپاسنا (عبادت یعنی دُعا) کے ذریعہ سے رد کمی ہوجاتے ہیں ۔ اور شراب خوری اور زناکاری سے جو عیوب اور نقائص نتائج اور عوارض شدیدہ جسم پر ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ سب دعا یعنی اُپاسنا سے کم ہوجاتے ہیں اور اُن کے دکھوں کی تیزی کا وہ احساس نہیں ہوتا جو بحالت سندھیا و اُپاسنا نہ کرنے میں محسوس ہونا چاہیئے تھا سو یہی حق ہے کہ خدا اُن دُکھوں اور آلائشوں اور عیوب اور نقائص کو قوی الاثر اور زبردست مقناطیسی کشش والے شفیع کی دل گداز سفارش اور اُپاسنا سے دور کردے گا جو بعض انسانی کمزوریوں سے لاحق ہوگئی تھیں ۔ اور یہی قانون قدرت دُنیا میں رائج ہے بلکہ چرند پرند اور ہر ایک ذی روح میں دیکھا جاتا ہے ۔ جس سے عملی انکار کرنا ہی جان و مال پر

حملہ کرتا ہے۔ اور لاکھوں ڈاکٹروں اور شفاخانوں کی کارروائی اور حکمت کو لغو ٹھہرا کر خود احمق بنتا ہے۔ مگر یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ سفارش کرنے سے خدا کو گویا ہمہ دان نہیں سمجھا جاتا۔ پس جو جو مذکورہ بالا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ انسے کیا خدا کی ہمہ دانی پر کوئی عیب اور نقص عائد ہو گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ فرماتا ہے لا یشفعون عندہ الا باذنہ یعنی سفارش کرنے والے اذن اور حکم الٰہی سے شفاعت کریں گے۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کو تو معلوم ہے کہ فلاں انسان اس قابل ہے کہ اُس کو اسکی روحانی یا جسمانی کمزوریوں اور آلائشوں سے پاک اور سلیم الفطرت بنایا جاوے پھر شفیع کی کیا ضرورت ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا کو تو علم ہے کہ فلاں کمزوری اور نقص جسمانی اور بیماری دور ہونے والی ہے بشرطیکہ اس کی فرمودہ قواعد کے موافق سرد و گرم دوائیں استعمال کی جاویں پس تم لوگ کیوں دوائی استعمال کرتے ہو؟ پس جس طرح جسمانی نجاست کے دفیعے کے لئے کھانا پینا اور آگ سینکنا لازمی ہے اسی طرح روحانی کمزوریوں کے لئے بھی اسباب بہم پہنچانے لازم اور از بس ضروری ہیں۔ اسی طرح یہ اعتراض کرنا بھی لغو ہے کہ سفارش پر تکیہ کر کے لوگ گناہوں پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کیا لوگ اسی وجہ سے بدپرہیزی کر لیتے ہیں کہ انہیں حکیم کی دوائی اور نسخہ پر کامل تکیہ ہے کیا حکیم لوگوں سے بدپرہیزیاں کرواتے پھرتے ہیں؟ کیا کسی کو معلوم ہے کہ میری بیماری کا علاج خاطر خواہ ہو جاوے گا اور میری شفاعت یقیناً کی جاوے گی اور وہ قبول بھی ہو گی؟ ہرگز نہیں۔ پس جس صورت میں کسی کا یہ خیال کہ بیمار ہو کر راضی ہو جاؤں گا بیہودہ اور بے بنیاد ہے اسی طرح شفاعت پر تکیہ کرنے والے فاسق فاجر کا خیال فضول نامعقول ہے پس یقینی امر یہ ہے کہ خدا رسیدہ کامل انسان اُس شخص کو جو خدا سے دور پڑا ہوا ہے اُس کا خدا سے ملاپ اور نزدیکی کراتا ہے اور وہ بجائے جدائی کے ملاپ کا باعث ہوتا ہے جو شفاعت کے لفظ کا اصل مفہوم ہے جس سے انکار کرنا سخت حماقت پروال ہے۔ اسی طرح نہائت بے باکی سے طوبہ استغفار پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم

فرماتا ہے ان الذین یعملون السوء بجہالۃٍ ثمّ توبوا۔
یعنی جن لوگوں سے محض جہالت اور نادانی یعنی سہو اور بھول سے کوئی غلطی ہوجاتی ہے پھر وہ اس غلطی سے توبہ یعنی رجوع کرکے اس کے بالمقابل نیکی کرتے ہیں انہی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور انہی کا گناہ جو سہو اور بھول سے وقوع میں آگیا ہوتا ہے معاف ہوجاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ بعض بیباک اور تاریکی کے فرزندوں نے سمجھا ہے کہ (نعوذ باللہ) دیدہ دانستہ لذت اور عیش اڑانے کے لیئے بے دھڑک گناہ کئے جاویں جب زبان سے توبہ کا لفظ نکلا گناہ کافور ہوجاویں گے۔ اور پیٹ بھر کر بدکاریاں عمل میں لائی جاویں اور خدا کی معافی پر بھروسہ کامل ہے یہ طریق کفار اور بے ایمان لوگوں کا ہے اہل اسلام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں۔ توبہ کے معنے یہ ہیں کہ ایک بدی کو ترک کیا جاوے اور اس کے بالمقابل نیکی کو اختیار کیا جاوے۔ چور کی توبہ یہ ہے کہ نقب زنی اور مال مردم خوری سے دستکش ہو اور امانت دیانت کا طریق اختیار کرے۔ میں نے جو اسلام اختیار کیا اور کفر و فسق اور شرک سے توبہ کی کیا اس کے بعد عملی طور یا اعتقادی طور سے یہ نتائج ناشی ہوئے ہیں کہ میں آئے دن ان بدعقیدوں سیاہ کاریوں کا ارتکاب کرتا ہوں یا کروں گا؟ وہ بڑا نادان ہے جو میری توبہ کا یہ ارتھ کرے۔ بلکہ میں نے بالمقابل کفر و شرک کی بیخکنی کا مصمم ارادہ کرلیا ہے جس کی تصدیق ہماری اس کتاب سے ظاہر ہے۔ اگر میری کتاب کے ہر حصص کو پڑھکر بھی کسی کو یہ گمان گذرے کہ میں ان امور ممنوعہ کا ہر روز ارتکاب کرتا رہتا ہوں اور پھر توبہ بھی کرلیتا ہوں وہ نہائت بدباطن خبیث النفس شریر النسان ہے۔ اگر ہماری توبہ کا شک اب بھی رہیگا تو چوتھا حصہ بھی ہدیہ مخالفین ہوگا انشاء اللہ۔

(۲) آریہ مسافر میگزین بابت نومبر ۱۹۰۳ء عیسوی میں اعتراض کیا گیا ہے کہ نجات کی کامل تعریف قرآن میں مندرج نہیں۔ یہ نادانی اور ناحق کی پاسداری ہے۔ اول ہمیں یہ تو بتائیں کہ آریہ صاحبان میں کونسی علامات نجات کی فی زمانہ پائی جاتی ہیں کیا کوئی مہاتما اس زمانہ میں ۴۸ سال کا برہم چریہ (تجرد) رکھکر جبکا نج کبھی خواب میں

بھی خارج نہ ہوا ہو۔ موجود ہے؟ اور نیز کوئی ایسا بھی گذرا ہے جو ۱۰۰ سال کی عمر
پاکر قابل نجات ثابت ہوا ہو۔ اگر نہیں گذرا تو معلوم ہوا کہ وہ برہچریہ کے توڑنے اور
عمر نہ پانے کی وجہ سے ادنیٰ اور ناقص اور ناقابل نجات ہے یہی وجہ ہے کہ مکتی خانہ
میں بھی بدی اور نجاست کا بیج منفک نہیں ہوتا جو امر صریح ادھرم یعنی دین ایمان
سے خالی ہونے پر دال ہے اسلام میں نجات کی یہ تعریف کی گئی ہے من آمن باللہ
وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ ..... ھم المتقون (سیقول) یعنی جو قادر کرتار سرب شکتی مان
رب العالمین پر ایمان لاوے ملائک اور کتب اور رسل کو برحق ماننے اور خدا کی
راہ میں مال خرچ کرے ۔ رشتہ داروں یتیموں۔ مسکینوں مسافروں اور سائلوں کو کچھ
دے لوگوں کی پھنسی ہوئی گردنوں کو آزاد کرے (یعنی کسی کے قرض وغیرہ کے ادا
کرنے میں حصہ لے) اور نماز (سندھیا) ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے عہد پر
قائم رہے اور رنج اور دکھ میں صلح اور جنگ میں استقلال دکھلاوے یہی لوگ
صادق ہیں اور تمام دکھوں سے نجات یافتہ ہوں گے پھر فرمایا ومن زحزح
عن النار فقد فاز یعنی جو [illegible] ہوا اور اسکی سزا سے بچایا گیا وہی پاس اور کامیاب
ہوگیا یعنی نجات پاگیا۔ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ جو انسان صفات حمیدہ سے
موصوف اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائگی میں ہوشیار اور باعمل ہو وہی
فلاح یعنی نجات پانیوالا ہے (دیکھو پارہ اول رکوع) اب اہل انصاف سوچیں کہ یہ
نجات کی تعریف ہے یا نہیں؟ بلکہ نجات تو آریوں میں مفقود اور کافور ہے۔ اسکی
وجہ یہ ہے کہ بقول انکے ہزاروں آریہ نجات پاکر پھر دنیا کے چاہ ضلالت میں آگرے
ہیں مگر ہمیں کوئی تبلاوے تو سہی کہ کسی مہاتما نے کبھی مکتی پائی ہے یا نہیں اگر پائی
ہے تو مکتی خانہ کی لاتعداد انعامات اور سرور سے خبر دے اگر کوئی کہے کہ وہاں کی
بات ابتک یاد کیونکر رہ سکتی ہے تو بھی صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ جس صورت میں
قوت حافظہ موجود تھی اور ہمیشہ روح کے ساتھ رہی پھر باوجود قوت حافظہ کے کوئی
بات بھی یاد نہیں اجی وہاں کی بات کو تو جانے دو ہمیں کوئی مہاتما اتنا ہی تبلاوے

کہ جب اس نے گُتے یا بندر کی جون سے نجات پاکر انسانی جامہ پہنا ہے اور جس کو ہنوز چند سال
ہی گذرے ہیں اُن جونوں میں کیا کیا ریاضتیں اور نفس کشی کے کام سرانجام دئے تھے پس آریوں کا
دعوے کہ فلاں مہاشہ سانپ کی جون سے رہائی یا نجات اور مکتی پاکر انسان بن گیا ہے محض ڈھکوسلا
اور بے بنیاد سفید جھوٹ ہے۔ ورنہ کوئی شہادت پیش ہونی چاہیئے۔ پس جس صورت میں کوئی
مہاشہ نجات یافتہ متحقق نہیں ہوسکا پھر نجات کے وہ معانی اور وسائل جو آریوں کے ہاتھ اور دماغ
میں مخفی ہیں اور جن اعتقادات اور اعمال کے ساتھ مکتی وابستہ ہے وہ سب عملی طور سے
غلط ثابت ہوگئے ہیں۔

(۳) اعتراض - قرآن دُکھ کا سبب نہیں بتلاتا ہے۔

یہ اعتراض جسقدر شرارت اور بے ایمانی سے معمور ہے اسکی حد نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا
ہے ما اصابکم من مصیبۃٍ الا ما کسبت ایدیکم۔ یعنی تمہیں کوئی مصیبت
نہیں پہنچتی مگر وہی پہنچتی ہے جس کا سامان تم نے اپنے ہاتھوں سے فراہم کیا ہے۔ یعنی جو
حفظان صحت کی پروا نہیں کرتا وہ بیمار ہوتا ہے جو زہر کھاتا ہے وہ ہلاک ہوتا ہے اور جو
ضد اور تعصب اور ہٹ دھرمی سے راستی کی طرف ذرہ توجہ مبذول نہیں کرتا اور
صرف اپنے ہی خیالات میں مستغرق اور بھولے نہیں سماتا وہ جاہل رہتا ہے اور قدرت
اسکو یہ سزا دیتی ہے کہ چونکہ اس نے خداداد قویٰ سے کام لے کر تحقیق حق کے لئے کوشش
نہیں کی اسلئے اُس کے دل پر جہالت کی مہر لگ جاتی ہے پھر اُس کو بیمار کی طرح
اچھی چیزیں بُری لگتی ہیں جیسے بعض بیماروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ حکیم کی ہدایتوں پر
عملدرامد نہیں کرتے پھر قدرت ان بے اعتدالیوں کی یہ سزا دیتی ہے کہ بھوک بند
ہوجاتی ہے گویا خدا انکی بدپرہیزیوں پر یہ نتیجہ اور سزا وارد کرتا ہے کہ اُنکی بھوک پر مہر لگ جاتی
ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم کے یہ معنے ہیں جسے صداقت سے بغض رکھ رکھکر اکثر نافہم
اُنکی قدر و منزلت کھو بیٹھتے ہیں اور نیکی بدی اور بدی نیکی معلوم ہونے لگتی ہے اور
میٹھا کڑوا لگتا ہے۔ جیسے جسمانی بیماروں میں دیکھا گیا ہے کہ اگر وہ حکیم کی ہدایات پر
عمل نہ کریں تو پھر اُس کی بیماری کو اور بھی بڑھاتی ہے یہی روحانی مرض کے بڑھنے کا باعث

ہے۔ ہاں دُکھ کا باعث وید نہیں بتلاتا۔ کیونکہ جس صورت میں بقول وید ایک لنگڑا لولا اور وبلا شخص اپنے گذشتہ جونوں کے اعمال بد کی سزا میں دُکھ پاتا ہے لیکن ویدک پرمیشور کسی بیمار نادار کو اتنا نہیں خبر دیتا کہ "ہے بیمار سیاہ کار تو نے کُتّا ہونیکی حالتمیں فلاں شرارت کی تھی اور فلاں جون میں فلاں کے گھر میں بچوں کو کاٹ کھایا تھا جس کی پاداش میں تو آج لولا لنگڑا ایا مفلس نادار بنایا گیا ہے۔ آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنا ورنہ اداگون کا چکر پھر طیار ہے" اس کے مقابل قرآن کہتا ہے کہ پچھلے جنموں کی کہانی اور گپ فضول نامعقول ہے اگر ہے تو کوئی مہاشہ بتلاوے کہ آج سے ۲۰۰ برس پہلے وہ کیا کرتا تھا اور کس معرکہ میں نام پایا تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ آج جو کرو سو بھرو۔ اگر کوئی چوری اور زنا کرے گا تو دنیا میں مفلس اور بڑے گھر کی دال کھاویگا اگر کسی مہاشہ کو اس میں شک ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے۔ اسی طرح لنگڑا اور اندھا ہونا بھی بعض بدپرہیزیوں کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبان لکھتے ہیں کہ اگر قرب وضع حمل میں استری بدپرہیزی کرے اور احتیاط نہ کی جاوے یا تلخ دوائیں استعمال کی جائیں یا بوجھ اُٹھایا جاوے تو بچے کے اعضاء کو صدمہ پہنچتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مہاشہ کہے کہ اُس بچے کا کیا قصور کہ وہ بلا وجہ عمر بھر کے لئے لنگڑا ہو گیا اس کا جواب اوّل یہ ہے کہ اگر والد نے دیدہ دانستہ ظلم کیا ہے تو وہ بچے کا دیندار ہوگا کہ اُس نے ناحق بچے پر ظلم کیا جیسے ہر ایک ظالم اپنے مظلوم کا دیندار اور قابل سزا مجرم ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جس صورت میں بچہ اپنے والد صاحب سے صدہا قوی خاصیتیں اور اعضاء اور خو بو حاصل کرتا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ والد نے اُن بے شمار قوئی میں سے جو بچہ کو والد کی ذات سے حاصل ہوئے ایک کے دینے میں کوتاہی کی ہے؟ اور جس صورت میں وہ لخت جگر یعنی اپنے جسم کا ٹکڑا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) ہے پھر اگر بچہ کو صدمہ پہنچ گیا ہے تو درحقیقت وہ صدمہ باپ کو ہی پہنچا ہے جس کے بچہ پر کوئی نقص عاید ہو گیا ہے۔ مثلاً اگر کسی ماں کے بچے کے سر پر پتھر گر جاوے تو جو صدمہ بچے کو پہنچتا ہے درحقیقت والدہ کو اُس سے بھی بڑھکر پہنچتا ہے اور غش کھا کر اکثر والدہ راہئی عالم بقا ہو جاتی ہے۔ بچوں والے اس امر سے انکار نہیں

کر سکتے۔ لفظ لخت جگر بھی تناسخ کا تخلیہ کرتا ہے۔ کیونکہ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ کسی کا امیر غریب اور بادشاہ کے گھروں میں بلا وجہ پیدا ہونا انصاف سے بعید اور جادہ راستی سے دور ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جب باپ نے پچاس سال تلوار چلائی ہے اور بزور بازو لاکھوں روپئے اور بے شمار دولت و عزت کا وارث ہوا ہے وہ اس بات کا مستحق اور واقعی حقدار ہے یا نہیں یا اُسکی مرضی جائز طور سے ہے ؟ کہ اُسکے دائیں بائیں ہاتھ کو بھی یکساں آرام ملے اور اُسکی بیوی بچے کو بھی آرام ملے۔ کیونکہ جس طرح اُسکا داہنا ہاتھ اُس سے جُدا نہیں اُسی طرح اُس کا بچہ جو لخت جگر ہے ہرگز شے دیگر نہیں بلکہ ایک ہی درخت کی شاخ ہے۔ یہ محض ہٹ دھرمی ہے کہ جڑھ والا تنا پانی سے مستفید ہوتا رہے پر پھل اور پھول اور شاخ اُس آب حیات سے اس لئے محروم رکھا جاوے کیونکہ وہ جڑھ کی طرح بزور بازو زمین کے رس اور پانی کو نہیں فراہم کرتا۔ کسی مہاشہ کا یہ اعتراض کرنا کہ موجودہ انگریز ہندوستان کے کیوں بادشاہ ہیں اور کیوں عیش کر رہے ہیں کیونکہ انہوں بذاتِ خود بزور بازو ہندوستان کو فتح نہیں کیا بالکل تنگ ظرفی اور نادانی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے بذات خود تلوار نہیں چلائی اور نہ غدر جیسی تکالیف شاقہ کا سامنا کیا ہے لیکن انکے بزرگوں نے اپنا خون پانی کی طرح اسلئے بہایا کہ اُنکے لخت جگر آرام کریں۔ اور حکومت کے نتائج سے بہرہ ور ہوں۔ پس حق یہ ہے کہ اُنکے باپوں کا خون بہانا انہی کا خون بہانا تھا اور اُنکا تلوار چلانا انہی کا تلوار چلانا تھا۔ جس طرح باپ بیٹے میں فرق نہیں اور رنج و راحت میں ہر دو یکساں شریک ہیں اور ایک کے مرنے سے دوسرے کو درد پہنچتا ہے اور ایک کی کمائی دوسرے کا حق قانوناً شرعاً (از روئے وید ک اصول و منوجی کے قوانین) مسلم ہے پھر یہ کہنا کہ فلاں بادشاہ کے گھر میں صرف اس لئے پیدا ہو کر آسودہ حال ہوا ہے کہ گذشتہ جنم یعنی شیر ہونے کی حالت میں زہد اور تقوی اور برہمچریہ کے اصول کی پابندی کرتا رہا ہوگا اور جنگلی جانوروں کو دُکھ نہیں دیا ہوگا محض خام خیالی اور صریح نادانی اور جادہ راستی سے انحراف ہے۔ اجی حق یہ ہے کہ جو کوئی محنت راستی اور دیانت امانت سے کام لیکر آسودہ

حال ہوگا اُس کا بال بال آرام اور راحت میں ہوگا وہ اپنے بچے کو ایسا نہیں کہے گا کہ میرے بچے نجانے تو گذشتہ جنم کیا کرتا رہا ہے اس لئے میری دولت پر دندان طمع تیز مت کر"۔ بلکہ بچے کا کھانا پہنا باپ کا کھانا پہنا اور سرور اور خوشی کا باعث ہوگا اگر ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہے تو صرف اس لئے کہ اُس کے بزرگوں نے اسحق کے استحکام کے لئے کوشش کی اور ملک کی حفاظت اور قیام امن کے لئے لاکھوں جان جوکھوں کے ہموم غموم برداشت کئے اگر کوئی گرین لینڈ کا باشندہ وہیں چپ چاپ سست اور ترقی کے وسائل سے دور رہتا ہے تو وہ اور اُس کے بچے ضرور افلاس اور تنگی و ترشی میں کانپتے رہیں گے۔ بچے کا دُکھ درد میں مبتلا ہو کر تکلیف اُٹھانا باپ کے کلیجے پی چھری کا پھرنا برحق ہے اہل حق اسے خوب جانتے ہیں۔ اگر کوئی تعصب سے اندھا حاشا اسے نہ مانے تو اُس کی مرضی

شعر گر نہ آید بگوشش رغبت کس ٭ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

(۴) اعتراض۔ خدا قرضہ مانگتا ہے۔

جب انسان اندھا ہو جاتا ہے اور بیماری حد سے گذر جاتی ہے تو ہر ایک اچھی چیز بُری لگتی ہے اور میٹھا کڑوا لگتا ہے۔ قرآن کریم نے پیشگوئی کے طور فرمایا من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیرہ واللہ یقبض ویبسط (ترجمہ) کون ہے جو اللہ کے راہ کے لئے اپنے مال کا حصہ الگ کر کے خرچ کرے پھر اللہ تعالیٰ اُسکو بڑھا دے گا اور اللہ لیتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ جائے غور ہے لفظ قرض مقراض سے مشتق ہے۔ جسطرح مقراض چیز کو کاٹ لیتی ہے اسی طرح خدا کی راہ میں جو خرچ کرنا ہو اُسکو اپنی آمدنی سے کاٹ کر الگ رکھ لو۔ اور اُس میں کوتاہی نکرو۔ پس حکم الٰہی یہ ہے کہ جو اوائل اسلام میں روپیہ خرچ کرے گا خدا اُسے کئی گنے دیگا جسطرح ایک دانہ بونے سے خدا صدہا دانے عطا کر دیتا ہے سو ایسا ہی ہوا جنہوں تھوڑا تھوڑا مال خرچ کیا وہ اُنکی اولاد روم شام مصر فارس کابل قندھار اور ہندوستان کے وارث اور حاکم بن گئی زمین آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں۔ مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں وہ پوری ہو کر رہتی ہیں سو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر اُس

نیک بخت اعتراض کرنے والے سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ روپیہ جو خدا کی راہ میں یعنی مکہ سے نکالنے والوں اور معصوم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے والوں کی سرکوبی میں خرچ ہوا کیا وہ بیجا خرچ تھا؟ حق یہی ہے کہ جو روپیہ اور بیج مناسب موقع اور زرخیز زمین میں بویا جاتا ہے پھل لاتا ہے۔ لیکن جو خشک اور پتھریلی زمین میں گاڑا جاتا ہے اور جو لوگ جہالت کی اشاعت میں خرچ کرتے ہیں اُنکا مال اور بیج اکارتھ جاتا ہے اور نتیجہ سوائے حسرتوں اور رونے پیٹنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ لیکھرام جی اور سوامی جی اور شنکر آچاریہ کے بوئے ہوئے بیج مارے گئے اور اُنکا انجام جو ہوا وہ عبرت انگیز ہے ع سبز ہوتے ہم کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا۔ اگر اسلام کی راہ میں مال وجان سے کمربستہ رہتے تو ضرور خدا اُنکی مدد کرتا کیونکہ خدا ظالم اور بے انصاف نہیں پس ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا قرضہ یعنی صدقہ و خیرات کرنا کام آگیا مگر غیر اسلامیوں کو سوائے حسرتوں کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین۔ یعنی رب العالمین کے تمام کام قابل تعریف اور حمد کے ہیں یعنی انصاف اور رحم وکرم پر مبنی ہیں کیونکہ انجام کار نیک نتیجہ اور فتح اور کامیابی نیکوکار لوگوں کے حق میں ہوتی ہے جیسے حضرت محمدؐ حضرت موسیٰؑ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب کے حق میں ہوا نہ کہ سوامی جی لیکھرام شنکر اچاریہ کے حق میں فیصلہ ہوا وہ دانا کل اور علیم وحکیم ہے اُس کے کام حکمت اور انصاف پر مبنی ہیں مگر آریہ صاحبان یہ کلمات خدا کی نسبت مُنہ پر نہیں لاسکتے کیونکہ معاملہ اُنکے حق میں دگرگوں ہوا۔

(۵) اعتراض۔ قرآن میں بلا وجہ تکرار ہے۔

قرآن کریم کی یہ خوبی ہے کہ بار بار توحید کو جو تمام مذہب کا عرق اور اصول اعظم ہے یاد دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس تکرار کی وجہ سے حضرۃ محمدؐ کو عیسیٰؑ کی طرح خدا قرار نہیں دیا گیا اور لوگ شرک سے محفوظ رہے۔ مگر ویدمیں اگنی کا تکرار جو دس ہزار دفعہ واقع ہوا وہ بے معنی اور بیہودہ ہے جسکا نتیجہ آتش پرستی ہوم اور اگنی ہوتر میں ابتک موجود ہے جسکا بقیہ آریوں میں نمودار ہے کہ وہ ابتک ہوجا کرتے وقت آگ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور آتش پرست پارسیوں میں بھی قریباً ایسا ہی ہے۔ آگ کے نام کو

چھینکہ پرمیشر پرتھو پاگیا تب ہی ۳۳ کروڑ دیوتا قرار پاگیے۔ اور ہر ایک راحت بخش چیز کے
نام کو اس لئے رب پر چسپاں کیا گیا کیونکہ پرمیشور بھی راحت کل ہے اور آرام پہنچاتا ہے
اس لئے لوہے گوبر اور چارہ پانی وغیرہ ہر ایک چیز کے نام کو پرمیشور کا نام مان لینا چاہیئے کیونکہ
اُنسے بھی راحت بنی نوع انسان کو پراپت ہوتی ہے جس طرح سورج کو پرمیشور بھی اس لئے کہا گیا
کہ وہ چمکدار اور راحت بخش ہے اگر اگنی وایو سورج دیوتا اور اندر دیوتا وغیرہ کا بلاوجہ تکرار
نہ ہوتا تو اتنی شرک پرستی اور لنگ پرستی اور ماتنگی بیج مارگی وام مارگی وغیرہ ظہور پذیر
نہ ہوتے۔ اگر ہر ایک چیز یا شخص کو جس سے کوئی فائدہ دنیا کو پہنچا ہے خدا کے مرتبہ پر نہ بٹھایا
جاتا تو رام رام کو خدا اقرار ندیا جاتا۔ اب معلوم ہوگیا ہوگا کہ تکرار کا کیا فائدہ ہے آریہ
مسافر کے نامہ نگار خطا کار کو اگر اس کے والدین بار بار بچپن میں نیکی اور تعلیم کے بارہ میں
آئے دن ہر روز نہ کہتے یا صرف ایک ہی دن کہکر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو اس کا
وہم پرستی اور بت پرستی میں وہی حال ہوتا جیسا کہ ویدک پستک کے عطا ہونے کے
بعد پرمیشور کے یاد نہ دلانے اور الہام اور مکالمہ سے ہر ایک فرد بشر کو محروم کرنے میں
ہندوستان کا حال بے حال ہوا ہے۔ اور آریہ ورت میں عضو تناسل اور فرج کی پوجا
اور پرستش کا دور دورہ رہا ہے جیسا کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی وید کے کاسہ لیسی
وام مارگیوں اور ماتنگیوں میں موجود ہے جو ممالک اسلامیہ میں مفقود ہے۔ اگر اب بھی
تکرار کا فائدہ سمجھ میں نہیں آتا تو ایسا متعصب اپنے سر کو کھائے۔ **شعر**

گر نہ آید بگوش رغبت کس + بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وید میں بیسیوں لگاتار شلوک کا مضمون واحد ہی دیکھا جاتا ہے۔ اور اگنی وایو وغیرہ سے
دعا مانگی گئی ہے کہ مینہ برسے اور گائیں بھینسیں بافراط نصیب ہوں اور دشمن ہلاک ہوں
مگر کسی کے کہنے سے کوئی مر نہیں جاتا جیسے چوڑھے کے کہنے سے بھینس مر نہیں سکتی
مگر حیف ہے وید کی اس فرسودہ دعا پر۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ سکھلاتا ہے کہ بھینسوں
اور گایوں کا پیدا ہونا پاپیوں کے اوتار لینے اور ادنیٰ جنم میں سزا پانیکا نتیجہ ہے اور
دوسری طرف چپکے چپکے بلاوجہ امید و بیم دنیا کو للچاتا ہے پھر کیا وہ عدل وانصاف کو

ترک کرکے یونہی لوگوں کو گائیوں اور بھینسوں کے جنم میں گھسیڑنے پر آمادہ ہو جاویگا؟ اگر بلا وجہ کسی کو یونہی ادنیٰ جونوں میں غلطان کرائیگا تو مسئلہ تناسخ کا خاکا اپنے ہاتھوں آپ اُڑائے گا اور آریوں کو بحر ندامت میں غرقاب کرے گا۔ یا اس بے معنی دُعا سے یہ مراد ہوگی کہ دُعا تو قبول کرنی ہی نہیں اچھا مفت میں منتیں ہی کروا لو۔ یہ کیا یاد کریں گے کہ تناسخ کا گورکھ دھندا آسان ہے۔ انہوں نے مجھے سمجھا کیا ہے؟

(۵) **اعتراض**۔ نامہ نگار آریہ مسافر لکھتا ہے اسلام میں کعبہ پرستی شخص پرستی اور قبر پرستی جائز ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا جھوٹ اور نادانی ہوگی کہ یونہی بغیر حوالہ قرآن اور حدیث صحیح بخاری کے اُوٹ پٹانگ لافیں ماری جاویں اور ہر ایک غیر مستند[1] اور ناقابل اعتبار حدیث یا قول کو جو قرآن کے صریح الفاظ اور آیتوں کے مخالف پڑا ہو۔ اُس کو مدِ نظر رکھکر خبث باطنی کا اظہار کیا جاوے واضح ہو کہ نماز اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہے اور اللہ ہی کے نام پر ختم ہوتی ہے اور ساری نماز اور کسی وظیفہ اور مجاہدہ میں کعبہ کا نام تک نہیں آیا۔ پرستش یعنی پوجا کے یہ معنے ہیں کہ کسی معبود کی مدح یا ثناء کیجاوے یا اُس سے مدد مانگی جاوے یا اُس کے امید و بیم کو دل میں جگہ دیجاوے۔ لیکن کوئی مسلمان کعبہ کی پرستش ان معانی سے نہیں کرتا اور نہ اسلام نے کہیں یہ اصول سکھایا ہے۔ ہاں

[1] یہ حرکت نہائت ناپاک اور غلیظ ہے کہ اگر اہل اسلام پرانوں اور تانتگیوں اور جینیوں کے قصہ کہانیاں اور بے سرو پا کہاوتیں ویدک دھرم پر چسپاں کریں تو غضبناک ہو کر کہتے ہیں کہ یہ کتابیں غیر مستند ہیں اگر وید کے مختلف تراجم پیش کئے جاویں تو اُنہیں ناقابل اعتبار قرار دیکر مُنہ چھپا لیتے ہیں مگر خود آپ اہل اسلام کے غیر مستند کتابوں اور غیر صحیح روایتوں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔ جس چیز سے ہمیں منع کرتے ہیں اُسے خود ہی چپکے چپکے کھاتے ہیں اور زہر اُگلتے ہیں نہ وید کا ترجمہ آپ کیا نہ دوسروں کے تراجم کو مانیں گے اس لئے ان لوگوں پر شتر مُرغ کی تمثیل خوب صادق آتی ہے۔ جو نہ تو اپنے تئیں شُتر قرار دیتا نہ مُرغ قرار دیتا ہے یعنی نہ سواری کا متحمل ہونا چاہتا ہے نہ طعام کا حصہ بننا پسند کرتا ہے یہی حال آریوں کا ہے۔ منہ

اگر کوئی کہے کہ پھر کعبہ کی طرف مُنہ کر کے کیوں نماز پڑھتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مشرق کی طرف ہم نماز پڑھتے تب بھی بد اندیش ہمارا پیچھا نہ چھوڑتے اگر مغرب کی طرف نماز پڑھیں تب بھی اعتراض درپیش ہے اگر شمالاً جنوباً نماز گذارتے تب بھی دُشمن کہتے کہ آسمان کیطرف مُنہ کیوں نہیں کرتے قصّہ کوتاہ کسی صورت میں انسان خلق خدا کے اعتراض سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ جب صورت میں ایشور ہر طرف ہے پھر ہر طرف مُنہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسلام نے جو پانچ وقت باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انتفاق اور محبت وہمدردی کو باہمی رابطہ اتحاد اور اخوّت ترقی کرتی رہتی ہے اور مسلمان ہر روز ایک دوسرے کے حال اور بیحال سے خبردار ہو کر اور دوسرے کی عند التکلیف مدد کر سکتے ہیں علاوہ ازیں جب دنیا دار لوگ گورنر یا حاکم سے کوئی غرض حال کرنا چاہتے ہیں تو اکٹھے ہو کر میموریل پیش کرتے ہیں جو اکثر منظور ہُوا کرتا ہے اور اہل یورپ اس امر کے خوب قدردان ہیں اور نادان بدزبان نہائت کوتاہ اندیش اور بے ایمان ہیں حالانکہ علم طبعی سکھلاتا ہے کہ جو طاقت دسؔ چیزوں میں بحیثیت مجموعی ہے وہ الگ الگ میں اتنی ہرگز نہیں کہ وہ جمع ہو کر دسؔ مجموعی چیزوں کی قوّت کے برابر ہو۔[1] بنا بر آن جناب الٰہی سے یہی حکم صادر ہُوا کہ نماز باجماعت ادا کی جاوے۔ اگر یک طرف مقرر نہ ہوتی تو بجائے اتفاق کے تفرقہ پڑتا اور پنج وقت اس امر پہ دنگا اور فساد ہوتا کہ اب مشرق کیطرف مُنہ کرنا چاہیئے کوئی کہتا کہ اس طرف دُھوپ ہے اور کوئی کہتا کہ فلاں طرف مُنہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُس طرف سے آندھی اور بارش نمودار

حاشیہ

[1] اس مسئلہ کی تصریح یوں ہے کہ اگر دسؔ رسّیاں (حبال) ہوں اور الگ الگ ہو کر ہر ایک رسّی بالفرض ایک ایک تولہ وزن اُٹھاوے تو انکو اکٹھا کر کے اگر ایک گٹھڑی کا بوجھ بحیثیت مجموعی اُٹھایا جاوے تو بجائے دسؔ تولہ وزن کے باراں تولہ والی گٹھڑی بآسانی اُٹھ سکے گی اور وہ رسّیاں جو منفرداً دسؔ تولہ سے زیادہ نہیں اُٹھا سکتی تھیں اب اتفاق کی برکت سے علاوہ دسؔ تولہ کے دوؔ تولہ اور بھی اُٹھالیں گی۔ منہ

ہے پس اس طرح پنجوقت بجائے محبت افزائی اور اتفاق نمائی کے لاٹھی اور لگہ بازی سے اتفاق اور صلہ رحمی کا خون ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اُن امور اور دیگر وجوہات کو مدنظر رکھکر ایک طرف مقرر کردی گئی تاکہ فساد اور دنگہ نہ ہو۔ افسوس تو یہ ہے کہ آریہ صاحبان خود تو سندھیا (نماز) باقاعدہ ادا نہیں کرتے اور نہ دوسروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ بعض عقل کے اندھے یہ نہیں سمجھتے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ کہاں پرمیشر نے لکھا ہے کہ آگ کی دھونی لگا کر اُس میں دھیان لگانا اور اُس کی طرف مُنہ کرکے سندھیا (نماز) ادا کرنا آریوں کا اصول اعلیٰ ہے (جو فی الواقعہ آتش پرستی پر مبنی ہے) کیا پرمیشر سوائے آگ کے اور کہیں محسوس نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ اپنے حالات کی خبر نہیں دوسروں پر حملہ کرنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے پس جس صورت میں کعبہ پرستی کا افترا محض بطلان اور خبث نفس نکلا اسی طرح انسان پرستی کا الزام محض افترا ہے۔ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی اطاعت کرتے ہو صرف خدا کی اطاعت نہیں کرتے۔ واضح ہو کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اطیعوا محمداً (یعنی محمدؐ کی اطاعت کرو) بلکہ یہ بارہا آیا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بحیثیت رسول اور قاصد ہونے کی کرو۔ نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اطاعت کرو جس میں وحی الٰہی نہ ہو۔ اور فرمایا ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ یعنی یہ رسول وحی الٰہی سے بولتا ہے اپنے ہوا نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ ایکدفعہ حضرت محمد صلعم نے کسی عورت سے کہا کہ تم فلاں مرد سے نکاح کرلو اُس عورت نے جواب میں عرض کی کہ آپ بحیثیت رسول ہونے کے یہ ارشاد کرتے ہیں یا اپنی ذاتی رائے اور مشورہ سے ایماء کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ رسول ہونے کی حیثیت یعنی ایماء الٰہی سے نہیں کہتا ہوں بلکہ اپنی ذاتی رائے سے مشورہ دیتا ہوں اُسپر اُس عورت نے کہا کہ تب میں اُس مرد سے نکاح نہیں کرتی۔ اس ماجرے سے اُس عوت پر کوئی خفگی اور انکار کا

ثمرہ یعنی گناہ صادر نہ ہوا تھا ہاں اگر رسول ہونے کی حیثیت سے حکم ہوتا تب وہ بیشک نافرمان اور منکر متصور ہوتی۔ سارا قرآن بھرا پڑا ہے کہیں یہ نہیں پاؤ گے کہ محمد صلعم کی اطاعت کرو۔ بلکہ یوں آیا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول اللہ صلعم (محمدؐ) کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالے کی اطاعت اور فرمانبرداری کا خلعت پایا۔ بس باوجود اس تصریح کے پھر بھی کوئی بد طینت اپنی شرارت پر رذالت سے باز نہ آوے اور یونہی قرآن کو ترک کرکے یا آنکھیں بند کرکے اعتراض کرتا جاوے تو پھر اسکا ایک اور پہلو سے علاج کیا جاوے گا انشاء اللہ۔

اور قبر پرستی کا الزام بھی محض ناپاک جھوٹ اور خائنانہ حرکت ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ قبر کی پوجا کرو یا کسی رسول کی قبر پر سجدہ کرو۔ یا کسی پیر فقیر اور رسول وغیرہ سے مدد مانگو

ابیات

خدا فرما چکا قرآں کے اندر + مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
بھلا جو کوئی ہو محتاج دوسر کا + اس سے مدد مانگنی کا فائدہ کیا

اور فاسجدوا لآدم سے یہی مراد ہے کہ آدم کی اطاعت کرو۔ سجدہ کے معنے صرف متھا ٹیکنے ہی کے نہیں جیسا کہ آریوں نے گمان بد کیا ہے اگر سجدہ کے یہی معنے ہوتے تو اس کے کیا معنے ہونگے لیسجد لہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب خدا کی اطاعت (سجدہ) کر رہے ہیں اگر آریوں کے معنے لئے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ کیا درخت وغیرہ متھا ٹیکتے ہیں ہرگز نہیں مراد اطاعت اور انقیاد سے ہے یعنی جو جو فرائض جناب الٰہی نے ہر ایک چیز کے مقرر فرمائے ہیں وہ ہر ایک چیز پورا کر رہی ہے۔

(۷) اعتراض کیا جاتا ہے کہ اصل نسخہ قرآن کریم کا پیش کرنا چاہیئے۔ موجودہ قرآن محرف مبدل ہے۔

یہ دعویٰ بلا دلیل نہایت بیباکی اور جہالت پر مبنی ہے۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے انّ جمعہ علینا و قرآنہ یعنی قرآن کریم کا جمع کرنا اور اس کا پبلک میں عام طور سے

پڑھ سنانا ہمارا کام ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم ایسی صحت
اور درستی سے جمع ہوا ہے کہ اُس کی دوسری ایڈیشن کی ابتک حاجت نہیں ہوئی
اور نہ ہوگی۔ ہاں دیانندیوں کا یہ کہنا بالکل غلط اور سراسر دروغ بیفروغ ہے کہ اصل
نسخہ وید کا صرف ایک ہی تھا جو سوامی جی کو ملا۔ اور جو کچھ اُس نے مطلب اور ارتھ
کیا ہے وہی سچ ہے باقی تمام شرق وغرب کے علماء کے ہاتھ میں دوسرے ایڈیشن اور
غلط نسخہ جات موجود ہیں جو مستند نہیں۔ کیا کوئی مہاشہ ایک کروڑ ۹۰ لاکھ کئی ہزار برس کے
اصل نسخہ وید کو پبلک کے سامنے پیش کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو بیشک موجودہ
وید محرف مبدل ہے قرآن مجید کے اصل نسخے تو مدینہ اور مکہ معظمہ اور قسطنطنیہ کے
کتب خانوں میں آجتک موجود ہیں۔ مگر کاننشی جی کے وید غلط اور نادرست ہیں جس
میں کئی ایک شلوک غیروں نے تصرف بیجا کرکے داخل کر دیئے ہیں۔ وید کے ہر ایک
حصہ پر ایک رشی کا نام موجود ہے جس نے اُسکو تالیف کیا تھا۔ لیکن قرآن مجید
میں کسی انسان کا اس طور پر نام نہیں لکھا۔ عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس رشی اور پنڈت
نے اُس حصہ وید کا ارتھ یعنی مطلب کا اظہار کیا تھا اُس کا نام درج کیا گیا یہ بھی عذر
گناہ بدتر از گناہ کا معاملہ ہے کیا کوئی اصل مطن کتاب میں اپنا نام لکھدیا کرتا ہے ✣
جیسے کہ وید کے صدہا حصوں پر رشیوں کے نام ہیں بلکہ اگر چند آدمیوں کی تصنیفات
کے انتخاب جمع کرکے ایک کتاب کی شکل میں نمودار ہوں تو ضرور ہر ایک حصہ کے
مصنف کا نام اُس کے مضمون کے ساتھ ہوا کرتا ہے انگریزی خوان اور دیگر پڑھے
لکھے لوگ اس سے خوب واقف ہیں اسلئے آریوں کے دھوکے اور لچر عذر پر نجاویں گے اور

حاشیہ

سلہ خدا تعالیٰ قرآن کریم کی نسبت دعوے سے بیان فرماتا ہے کہ ہم خود اسے ضرور حفاظت سے جمع کرینگے اور
بلا کم وکاست تمام لوگوں میں پڑھا جاویگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہندوستان عرب ایران۔ امریکہ یورپ وغیرہ
میں عام طور سے سنایا گیا مگر وید کو یہ شرف حاصل نہیں گویا خدا کو وید سے بغض ہے اسلئے کہ اُسکی تعلیم ایمان بخش
اور راحت افزا نہیں ورنہ جو چیز نفع رساں ہوتی ہے قدرت خود اُسکی حفاظت کرتی ہے اور اُسکو ترقی دیتی ہے

✣ یہ عجیب رکیک تاویل کی گئی کہ جس رشی نے کسی حصہ وید کو پڑھا اور ارتھ کیا اس نے وہیں اپنا نام جڑ دیا۔ اجی! کیا اگر کوئی

اپنا دین ایمان نہ بگاڑیں گے اور آریوں کے فضول نامعقول مسائل مثل نیوگ تناسخ اور چار سنکھ سال کی عمر پانے کے ڈھکوسلے کو نہ مانیں گے۔

(۸) اعتراض۔ قصّجات الہامی کتاب میں نہ ہونے چاہئیں۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ بتلانا چاہیئے کہ وید میں کہاں لکھا ہے کہ الہامی کتاب کی یہ شرط ہے کہ اُس میں قصّہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پس جب وید نے یہ معیار بتلایا ہی نہیں تو پھر یہ تمہارے من گھڑت ڈھکوسلے کے کیا معنے ہیں؟ اجی جب دیدہ دانستہ وید اس معیار کو نظر انداز کرتا ہے تو پھر یہ کس قدر گستاخی بیباکی اور چھوٹا مُنہ بڑی بات کی ناپاکی ہے کہ پرمیشر سے بڑھکر بات مُنہ پر لاؤ۔ حالانکہ اتھروید کانڈ ۶ انوواک ۱۰ داک ۷ ۹ منتر ۳ میں صاف لکھا ہے کہ اے! انسانو ...... عزیز اور جوان مردو! تم نے دشمنوں کی فوج کو پہلے میدانوں میں جیتا ہے ... روئے زمین کو فتح کیا ہے تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو دشمنوں کو تہ تیغ کرو" جائے غور ہے کہ یہاں صاف لکھا ہے کہ پرمیشور کسی معرکہ کے وقت جوانوں کو گذشتہ میدانوں کی فتوحات کا نام لیکر جنگ کے لئے تحریص اور تحریض دیتا ہے کہ اگر چار رشیوں اور چند ہزار نیک جوان مردوں کے پیدا ہونے کے وقت یعنی اول پیدائش بنی نوع انسان میں یہ احکام درج تھے تو اُس وقت کونسے دشمن اور فاتح پرش تھے۔ اگر انسانوں سے پہلے وید ہوتا تو ایسے فقرات اور گذشتہ قصّوں کے حوالے موجود نہ ہوتے۔

حق یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو بعض انبیاء علیہم السلام کے تذکرے[1] آتے ہیں وہ

---

[1] قرآن کریم میں دراصل کوئی قصّہ بھی نہیں کیونکہ کونسا شخص ہے جسکی سوانح عمری بچپن سے لیکر مرتے دم تک درج قرآن ہے انبیاء علیہم السلام کے اُن واقعات کا ذکر ہے جو بڑی بھاری نصیحت اور عبرت پر مشتمل ہیں مثلاً کسی شخص کے مرنیکا ذکر قرآن میں نہیں آیا البتہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ باریتعالیٰ کو علم غیب تھا انیسویں صدی ۱۹ میں وفات عیسیٰ پر بڑا تنازع اور فساد برپا ہوگا۔ اسیوجہ سے دانائے کل اور حکیم مطلق نے اس مرض شرک کی پہلے ہی دوا قرآن میں تیس جگہ بتادی ہے۔ مگر وید نے سورج پرستی اور عناصر پرستی کا علاج پہلے نہ بتایا یا نہ بتا سکا کیونکہ اُسکو نہیں معلوم تھا کہ جینی پارسی ماتنگنی وام مارگی وغیرہ پیدا ہو جاوینگی۔ اگر وید پرمیشور کی کتاب ہوتی تو پرمیشور کی خاصیت یعنی علم غیب وغیرہ ثابت نہ ہوا۔ فتدبر

درحقیقت نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں اور اُن میں مخالفین کی تباہی کی پیشگوئی ہوتی ہے جس سے ڈر کر ہزاروں راہ راست پر آجاتے ہیں اور آگئے ہیں۔ بڑا اعتراض حضرتؐ اعلیٰ کے تذکرہ پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس کا ماحصل بایں الفاظ خدا فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ فعصی فرعون الرسول فاخذناہ اخذا وبیلا۔ فکیف تتقون ان کفرتم (پارہ ۲۹ سورۃ المزمل) یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک نگران حال رسول بھیجا ہے جیسے کہ فرعون کی طرف موسیٰؑ کو بھیجا تھا۔ فرعون نے تو اُس کا انکار اور کفر سے استقبال کیا پس ہم نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس کے کئے کا وبال اُسے پہنچایا۔ پس اب تم (اے مکہ والو! اور آریہ مخالفو!) کسطرح (رسولؐ) کا کفر کرکے بچ سکتے ہو؟ یعنی اب محمد رسول اللہؐ کا انکار کروگے اور فرعون کی طرح مثل موسیٰؑ کا مقابلہ کروگے تو تم یقیناً ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے۔ ناظرین غور کریں کہ یہ اُس کس مپرسی حالت کی پیشگوئی ہے جس وقت آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں قبل از ہجرت زندگی بسر کرتے تھے اور مخالفین سے صدہا دُکھ درد برداشت کرتے تھے۔ ہزاروں اس پیش گوئی کے اثر سے مشرف باسلام ہوئے۔ اب بتاؤ کہ اس زبردست نشان کے بیان کرنے سے تو مومنوں کا ایمان بڑھا کیونکہ پرمیشور کی لاانتہا طاقت علم غیب اور زندہ سلطنت کا سکہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اور ایسا نہ ہوا کہ آریوں کی طرح پتھر کی مانند بے حس و حرکت اور نامعلوم ایشور کی ہستی اور زندگی کا علانیہ طور سے کوئی ثبوت نہ دیا ہو۔ اسی طرح صدہا پیشگوئیاں دربارہ ہلاکت مخالفین و بشارتِ موفقین کی ہیں۔ اگر فرمانبرداروں کی سرسبزی کی بشارت اور بداندیش مخالفین کی ہلاکت جناب الٰہی سے موصول نہ ہو۔ تو پھر ایشور اور پتھر میں کونسا فرق ہے۔ جو دشمنوں و دوست اور فرمانبردار اور نافرمان پاپی میں از روئے عقل و انصاف کوئی بیّن تفریق اور تمیز نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا۔

(۹) ایک یہ بھی **اعتراض** بار بار کیا جاتا ہے کہ بہشت میں حور و قصور اور لطف زندگی کے سارے سامان مہیا ہوں گے اور روحانی زندگی مفقود ہوگی اور سدا

عیش و آرام میں رہنا دوبھر ہو جاوے گا اور مرد و عورت کا باہمی تعلق بہشت میں نامناسب معلوم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کریم سکھاتا ہے کہ ہر وقت اور ہر آن میں وہ حصول نعمت پر حمد و ثنا کریں گے جس پر مزید نعمت اور آسودگی کے سامان عطا ہوں گے اور حمد و ثنا انکی روحانی غذا ہوگی اور خدا کا دیدار سب نعمتوں سے برتر اور سرور بخش ہوگا اور اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین وردِ زبان ہوگا یعنی خدا کی ربوبیت تامہ کو ہر دم اور ہر لحظہ میں ملاحظہ کر کے اُس کی حمد میں سرشاد رہیں گے لا لغو فیھا ولا تاثیم یعنی اُس میں کوئی لغو اور گناہ کی بات ہرگز نکیجاوے گی اور تمام قویٰ اور طاقتیں جو ہمیں یہاں ملی ہیں اکمل اور اتم طور سے وہاں حاصل ہوں گی۔ حوروں اور مرد و عورت کے باہمی تعلق پر اعتراض کرنا محض دھوکا دہی ہے اول تو قرآن کریم کہتا ہے کہ بہشت میں ایسی ایسی نعمتیں تمہیں عطا ہونگی کہ تمہاری قوّت وہم اور آنکھ نے بھی اُنہیں نہ دیکھا اور نہ ادراک اور گمان کیا ہے اس لئے اُنکی تفصیل حوالہ بخدا ہے خدا جانے وہاں کی شراب سے کیا مراد ہے جسکا عندیہ اور ماہیت لفظ طہور سے ظاہر ہوتی ہے مگر باایںہمہ اعتراض جو حوروں پر کیا جاتا ہے غلط اور نادرست ہے کیونکہ اگر اپنی عورت سے صحبت کرنا اور لطف اُٹھانا ناپاک فعل اور صریح حرامکاری ہے۔ تو بہتر ہے کہ آریہ مسافر کا نامہ نگار غلط کار بھی حرامکار اور بدکار ہو (بشرطیکہ اُس نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہو تو) ورنہ بقول نامہ نگار مذکور کے باپ اور ماں اور دادا دادی اور پاک بزرگوں کے بدکار ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کیونکہ اُنہوں نے اس جہان میں لوگوں کی نظروں میں نیک اور رشی سوامی وغیرہ کہلا کر پھر بھی حوردل (خوبصورت عورتوں) سے جماع کیا اور لطف زندگی اُٹھایا۔ اجی جب صورت میں تمام آریہ صاحبان بجائے ایک عورت کے "دس گیارہ" عورتوں کے دامن عصمت کو چاک کر کے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۳) اور اُن جوان عورتوں کی صحبت اور عیش و عشرت سے محظوظ ہو کر بھی نیک اور مکتی یاب ہونے کے مُدعی ہیں تو پھر اگر کوئی

بہشت میں عورتوں سے جماع کرے تو آریوں کو یہ امر کیوں گراں گذرتا ہے ؟
تعجب کی بات ہے کہ جس چیز سے ہر روز متمتع ہوتے ہیں اور اُس کو جائز اور
دین و دنیا کی بہبودی اور آسودگی اُسی میں تصوّر کرتے ہیں پھر اُسی کو اپنی ہی
زبان سے ناپاک نجاست اور گناہ عظیم گردانتے ہیں ۔ اگر کوئی نامرد ہو یا مجلوق
ہو یا آتشک سے قوّتِ باہ وغیرہ کو ضائع کر چکا ہو تو وہ بے شک مکار لومڑی کیطرح
لوگوں کو کہتا پھریگا کہ فلاں سیب جو درخت پر ہے کڑوا ہے اس لئے اُسکا کھانا جائز
نہیں ۔ ورنہ جو جوانمرد اور تمام حواس اور قویٰ کا مالک ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش کے
صفحہ ۳۱۲ میں لکھا ہے وہ ہرگز بہشت میں حوروں سے نکاح کرنے اور لطف اُٹھانیکو

اشتہار انعامی مبلغ پچاس روپیہ

یہ اشتہار اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ جو کوئی آریہ منش از روئے عقائد مذہبی و دلائل
عقلی آریہ اور دہریہ میں فرق بیّن دکھلا دے تو اُس کو فریق ثالث یعنی غیر مذہب
والوں کے چند ثقہ آدمیوں کے متفق اقرار اور شہادت حقہ کے بعد فی الفور مبلغ ۵۰؎
روپئے بطور انعام پیشکش کئے جاویں گے اور کسی قسم کا عذر نہ ہوگا ۔ لیکن ایسے فرق کرنے
والے کو لازم ہے کہ وہ سوامی دیانند سرستی کا عملاً فعلاً قولاً مقلد اور پکا آریہ ؎ ہو اور برائے
نام ہی آریہ نہ ہو بلکہ اعلیٰ درجہ کا قابل نجات آریہ کے اوصاف حمیدہ سے متصف اور بہرہ ور ہو

؎ کامل آریہ سے مراد وہی ہے جو سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۱ اور ۵۲ میں لکھتے ہیں
جس کی عمر چار سَو سال کی ہوئی از بس ضروری ہے مگر ہم صرف اعلیٰ درجے کے آریہ پر ہی
اس انعام کو محدود نہیں کرتے بلکہ اگر کامل آریہ آریہ ورت میں مفقود اور کالعدم ہے تو البتہ دوئم درجے کا
آریہ ہی منظور ہے جو دو سَو سال کا ہو ۔ مگر ادنیٰ درجے کا آریہ جو ہمہ اوصاف حمیدہ سے موصوف
نہ ہو اور ۹۰ سال کا بھی نہ ہو وہ ناقص ہوکر ہمارا مخاطب نہیں ہوسکتا ۔ منہ

بُرا نہیں منائیگا۔ اجی اگر بہشت میں ہمارے ہاتھ پاؤں ناک زبان دل و دماغ نہیں ہونگے اور نا ہی قوی اور قوتیں اور سامان لُطف زندگی مہیا ہونگے یعنی سونگھنے۔ سُننے۔ چکھنے۔ حرکت کرنے وغیرہ کے آلات اور مظاہر نہیں ہونگے تو پھر ہمارا مکتی یاب ہونا صرف ایسا ہوگا جیسے کہ بے حس و حرکت پتھر اور لوہے کا وجود اس دنیا

اور ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو سوامی جی کی تعلیم کا اقراری ہو مگر عملاً اُنکی تعلیم اور دھرم سے روگردان اور بے ایمان ہو اور ہم رسالہ اختیار الاسلام میں بتفصیل لکھ آئے ہیں کہ جہاتما آریئے کیلئے کون کونسے اعلیٰ روزانہ فرائض واجب الادا ہیں جنکی ادائگی کے بغیر کوئی آریہ آریہ نہیں رہتا ہیں ایسے آریئے کو خصوصاً اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ جس صورت میں مادہ اور ارواح قدیمی ابدی اور انادی ہیں اور انفصال اور اتصال کی قوتیں بھی اُن میں قدیم سے ہیں تو پھر حیوانوں اور انسانوں کے مرنے جینے اور دوسرے جنم میں اوتار لینے کے معاملہ میں پرمیشور کی کیا ضرورت اور حاجت رہی؟ یعنی ارواح میں بقول سوامی دیانند سرستی ایک مادے یا جسم سے ملجانے اور الگ ہو جانے کی طاقت قدیمی اور ازلی ابدی ہے جس طرح پودے خاص وقت تک بڑھتے ہیں اور پھلتے پھولتے ہیں پھر ایک خاص وقت کے بعد اُن کے اجزاء بوسیدہ ہو جاتے ہیں اور پودے کی جان اُن سے خود بخود قطع تعلق کرتی جاتی ہے تو پھر پرمیشر کا اسکے لئے ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ جوڑنے جاڑنے کا فعل روح کو از خود کرنا پڑتا ہے اور آریہ صاحبان مانتے ہیں کہ مادہ اور ارواح بمع اپنی تمام قوتوں اور استعدادوں کے ازلی ابدی اور قدیمی ہیں ایشور کا کام صرف جوڑنے جاڑنے کا ہی لیکن سوامی جی جوڑنے جاڑنے سے بھی اُسے ایک جگہ جواب دے گئے اور ایشور کا ہونا نہ ہونا برابر تسلیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی دیانند جی مستند ستیارتھ پرکاش کے باب ۹ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳ میں لکھتے ہیں کہ ارواح میں ہمیشہ ارادہ خواہش اور نفرت محبت اور جوڑنے جاڑنے کی طاقت اور تحریک و ملاپ جدائی اور جدا کرنا اور ملانا اور گیان اور فعل وغیرہ کی وہ ساری جو ۲۴ طاقتیں ساتھ رہتی ہیں جو ہم سب انسان عین حیات میں رکھتے ہیں۔ سو جس طرح ہم

میں موجود ہے یا اُس مکتی خانہ کی یہ تعریف ہوگی۔ کہ وہاں آریوں کو عیش و آرام اور
سرور کل تو دیا جاوے گا لیکن نہ کان ہوگا نہ مُنہ ہوگا اور نہ ہی ہاتھ پاؤں اور
اعضاء ہوں گے اور نہ وہ قوتیں اور سامان ہوں گے جن کے وجود سے انسانی
جسم اور روح لُطف زندگی اُٹھا سکتا ہے۔ یعنی آرام ہوگا پر آرام کے سامان

انفصال اور اتصال کی طاقت رکھتے ہیں اور جو دل میں آتا ہے اُسکو عند الطلب و طاقت کر
گذرتے ہیں اور ہر ایک سعی اور فعل کا نتیجہ اپنے ہاتھوں سے مہیا کرتے ہیں اسی طرح ارواح
میں انسانی جسم کی ساری طاقتیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں سو جس طرح ہم محنت استقلال اور
جفاکشی سے اعلیٰ مکانوں اور اعلیٰ درجے کے لوگوں کی مجالس اور سوسائٹی میں
شامل ہو سکتے ہیں اور عمدہ گھر لباس اور مایحتاج کو دست بدست کر سکتے ہیں اور
جان کاہ دُکھ درد اور جانگداز حادثات اور امراض مہلکہ سے باحتیاط محفوظ رہ سکتے اسی طرح
ارواح اپنے اپنے اعمال جفاکشیوں اور نیک و بد ثمرات سے بہرہ ور ہوکر ادنیٰ
و اعلیٰ انسانی یا حیوانی جامہ پہن لیتے ہیں اور ادنیٰ و اعلیٰ مکانوں میں حسب
مراتب و طاقت قدرت جا گھستے ہیں۔ کیونکہ روح آزاد ہے اور مرنے کے بعد
اپنے اعمال کے لحاظ سے وہاں تک پرواز کر سکتی ہے جہانتک نیک اعمال
کا زاد راہ اور قوت بازو اُسکی دستگیری کرتا ہے۔ پھر اس بات کا ذکر کرنا کہ پرمیشور کا
ان میں واسطہ ہوتا ہے وہ بے معنی ہے۔ یعنی جس طرح زید محنت مزدوری کر کے
اپنی کمائی سے اپنے تئیں پالتا ہے اور درخت زمین سے رس خود بخود چوس کر
اپنا نشوونما حاصل کرتا ہے پھر اس میں ثالث کا کیا ذکر ٹھہرا ہر ایک اپنے کیے کا
پھل پاتا ہے پرمیشور کی اس میں کونسی کرپا ہے اگر کوئی چار آنے کماتا ہے تو
تو اپنی محنت سے اگر کوئی امتحان پاس کرتا ہے تو اپنی محنت سے اگر کوئی امیر بنتا ہے
تو اپنی محنت سے کیونکہ پرمیشور بغیر محنت کے حبہ تک دینے کا روادار نہیں اگر پہلوان مضبوط
ہوتا ہے تو اپنی ورزش اور محنت سے اگر کوئی روح ایک جسم سے الگ ہوتی ہے

آلات اور اسباب قلل مہیا نہ ہوں گے۔ جو بقول سوامی دیانند خود غلط اور
نادرست ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ علت کے بغیر معلول نہیں ہو سکتا پھر جب
اعضاء انسانی اور قویٰ رئیسہ نہ ہوں گے تو لطف کس طرح اٹھایا جاویگا حالانکہ
پنڈت جی خود لکھتے ہیں کہ وہ تمام قوتیں اور حواس ہوں گے جو عورت مرد کے
تعلق اور لطف اٹھانے کے سامان اور اسباب ہوتے ہیں اور جماع کرنیکے
سامان اور اسباب ہوں گے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بہشت میں یہ قوتیں ہونگی
اب انسان خود غور کرلے کہ آیا ان قوتوں سے جماع ہوتا ہے یا نہیں اگر انہی
قوتوں سے جماع ہوتا ہے تو پھر یہ کسقدر گستاخی اور شوخی ہے کہ مسلمانوں پر
اعتراض کیا جاوے کہ بہشت میں حوریں ہونگی اب ہم وہ حواس اور قوتیں لکھتے
ہیں جنکا بہشت میں ہونا بقول سوامی جی ازبس لازمی اور ضروری ہے اور
وہ عورت سے صحبت کرنے میں مستعمل ہیں "مقدم تو ایک قسم کی طاقت ہے
مگر زور۔ تحریک۔ حرکت (ہلنا چلنا) جوف۔ ملاپ۔ ملانا۔ جدا کرنا۔ چھونا۔ محبت
فعل۔ حوصلہ۔ ہمت۔ چکھنا۔ سننا۔ سونگھنا۔ خواہش۔ نفرت۔ یقین۔ یاد
امتیاز۔ کشش۔ گیان (پہچان) دیکھنا۔ وغیرہ وغیرہ ستیارتھ صفحہ ۳۱۳۔ اب
کوئی آریہ بتلاوے کہ آیا یہ قوتیں عورت سے صحبت کرنے کے لئے ضروری ہیں یا
نہیں اب بتلاؤ کونسی قوتوں سے آجکل ایک آریہ دس گیارہ استریوں سے نیک

حاشیہ:

اور دوسرے جسم میں نفوذ کرتی ہے تو اپنی محنت دکھ درد ازلی ابدی قویٰ یعنی انفصال
اور اتصال کی طاقتوں اور وسائل سے پھر ان تمام صورتوں کو یکجائی طور پر دیکھنے سے
معلوم ہوگا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور وہ بقول آریہ خود بخود ہو رہا ہے اب
ہمیں کوئی سمجھائے کہ اس میں ایشور نے کونسی کرپا کی ہے کیونکہ ہر نعمت اور تنگی
ترشی سیاہی سفیدی بقول سوامی ہمارے اعمال پر منحصر ہے۔ پس ہمارے خیال میں آریہ کے
آریہ صاحب اور ناستک (دہریہ) میں کوئی چنداں تفرقہ نہیں۔ بعض دوخیں غربت امارت بیماری

سلوک کر سکتا ہے اگر یہ قوتیں درحقیقت عورت سے جماع کرنے کے لئے از بس
لازمی اور ضروری ہیں پر بہشت میں انسے کام نہیں لیا جاوے گا تو بھی صریح غلطی
ہے کیونکہ جس صورت میں انسے کام ہی نہیں لینا تو انکا وجود بے سود محض آتش سوزاں
ہوگا جس کی فرد کرنے کے لئے سکوئی تجویز پیش نہیں کی گئی ہم آریہ صاحبان سے
پوچھتے ہیں کہ جن حواس قویٰ اور قوتوں سے جماع یعنی صحبت ہو سکتی ہے اگر
ان سب قوتوں اور اعضاء کو کھینچکر باہر نکالدیں توکیا کوئی کسی قسم کا سرور انمیں
باقی رہ جاویگا؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ اسی طرح کی آنکھیں اور اعضاء بہشت میں
ہوں گے جیسے کہ اب ہم رکھتے ہیں کیونکہ ولهم ما اخفی لهم من قرة اعين
یعنی بہشتیوں کے لئے وہاں وہ وہ نعمتیں ہوں گی جنکو کسی فرد بشر کی آنکھ نے
نہیں دیکھا۔ البتہ اُن نعمتوں کو دنیوی اصطلاحات سے تعبیر کیا ہے جس کے
بغیر کسی نعمت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اور تفصیل حوالہ بخدا ہے۔ اگر کسی مہرشی سوامی نمبر

(۱۰) تعدد ازواج پر خامہ فرسائی کی ہے اور لکھا ہے کہ دو چار شادیاں کرنے
میں عدل و انصاف قائم نہیں رہتا۔

ناظرین غور کریں کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ اگر ایک عورت تمہاری ضروریات کے لئے کافی
نہیں تو حسب ضرورت دو تین چار کر لو بشرطیکہ اُن میں عدل اور انصاف کا
برتاؤ رکھ سکو۔ سو یہ حق ہے کیونکہ عورت کو خدا نے حرث کھیت قرار دیا ہے
اور منوجی نے بھی عورت کو کھیت ہی لکھا ہے (۳۶ منتر باب ۹) جس صورت
میں ایک آریہ مہاشہ کو دس گیارہ عورتوں تک نیوگ کرنیکی قطعی اجازت
(ستیارتھ صفحہ ۱۵۳) ہے تو پھر یہ کسقدر ظلم صریح اور بے ایمانی ہے کہ مسلمان کو
دو یا تین عورتوں تک نکاح کرنا جائے اعتراض ہے۔ کیا آریہ صاحبان قوت
اور طاقت میں اہل اسلام سے زیادہ ہیں۔ جو انہیں ۱۱ عورتیں جائز ہیں اور
مسلمانوں کو ۴ جائز نہیں۔ اصل میں عورت مرد کی نسبت کمزور اور ناقص الخلقت
واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ہر ماہ میں کثرت سے خون کا ضائع ہونا اور بچہ جننا کسقدر

عورت کو ضعیف اور نحیف کر دیتا ہے مگر مرد کو ان تکالیف سے ذرہ بھی دُکھ اور تکلیف نہیں ہوتی دیکھا گیا ہے کہ عورتیں تیس۳۰ چالیس۴۰ برس کے بعد ناقابل اولاد ہو جاتی ہیں مگر مرد اسّی سال تک بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ چالیس۴۰ سالہ مرد کو آخری چالیس۴۰ سال میں بغیر عورت کے رکھا جاوے۔ انگریزی میں عورت کو (Weak sex) کمزور وجود اور مرد کو (Strong sex) مضبوط وجود کہا جاتا ہے پھر یہ کس قدر بے انصافی اور جہالت ہے کہ کمزور اور مضبوط کا مقابلہ کرایا جاوے۔ انصاف تو اسی صورت میں رہتا ہے کہ کمزور جان کے ساتھ ایک دو اور جانیں شامل کر دی جاویں اور مضبوط کے ساتھ اور کوئی نہ ملایا جاوے۔ یعنی مرد کو جو بذات خود عورت سے مضبوط تر ہوا کرتا ہے کسی اور نیوگی مرد کی ضرورت نہیں کہ اُس کے ساتھ ہو کر ایک عورت کی شکم سیری کرے۔ ہاں اگر مرد ایسا مضبوط اور قوی ہے کہ بجائے ایک کھیت کے دو چار کھیتوں میں تخم ریزی کر سکتا ہے تو اس کو دو چار کھیتوں کی کلیہ رانی میں کوئی بے انصافی اور غلط کاری نہیں۔ ہاں جو ایسا نالائق دائم المریض ہے جو ایک کھیت کی پرورش میں دستکشی اور کوتاہی کرتا ہے اُس کو بیشک دوسرے کھیت کی طمع نہیں کرنی چاہیے وہ کھیت بے شک دنگہ و فساد کا باعث ہوگا جس کے مالک گیارہ بیج دالنے والے اور کلیہ رانی کرنیوالے ایک سے زائد ہیں کیونکہ وہ ملازم بہت بدبختی میں گرفتار ہے جس کے چند نیوگی آقا اور مالک ہیں۔ ہاں آریوں کو بہت ہی تکلیف اور ابتلا کا سامنا ہو سکتا ہے جب اُنہیں اس بات پر اعتراض پیدا ہوگا کہ جب صورت میں استریاں چالیس۴۰ سال میں عورتیں ناقابل اولاد ہو جایا کرتی ہیں تو پھر اعلیٰ درجے کا آریہ کیا کریگا جسکی عمر چار سَو سال کی ہوگی۔ لاحول ولاقوۃ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پیشگوئیکی صداقت پر زبردست ثبوت اور نشان

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ قادیاں کے آریوں کو مخاطب کرتے اور اُن کا کوئی ذکر ہمارے رسالہ میں ہوتا لیکن اُنہوں نے خواہ نخواہ اپنے تئیں اُلجھا لیا سو اب انکا ذکر خیر کئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ جس کی تفصیل ذیل کے بیان سے ظاہر ہو گی۔ ایکدفعہ لالہ شرم پت رائے کھتری قادیان نے مجھے بلاکر مذہبی گفتگو پر چھیڑ چھاڑ کی اور کہا کہ سُنا ہے کہ آپ کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں لکھ رہا ہوں۔ لالہ جی نے کہا جہانتک عمل انسان کا ہو وہاں تک قلم کی رسائی اور زبان کا دعویٰ ہونا چاہیئے میں نے کہا کہ بیشک یہ حق ہے لیکن میں نے اتنا عمل کیا ہے کہ اگر غور کریں تو اسکی نظیر آپکی سماج میں نہیں چنانچہ حق اور اسلام کی خاطر گھر بار اور خویش و اقرباء اور عزیز و الدین کا ترک کرنا کوئی تھوڑی بات نہیں۔ یہ بڑا بھارا عمل ہے اگر کوئی سمجھنے والا ہو۔ اسپر لالہ جی نے بیان کیا کہ فیصلہ تو کبھی نہیں ہُوا۔ میں نے کہا فیصلہ کیوں نہیں ہُوا ہمیشہ فیصلہ ہو کر رہتا ہے کیا فرعون اور موسیٰؑ اور ابراہیمؑ اور نوحؑ اور اُس کی قوم اور لوطؑ اور اُس کی قوم کے درمیان فیصلہ نہیں ہُوا پھر محمد صلعم اور ابو جہل اور عمائد مکہ میں فیصلہ نہیں ہُوا؟ کیا اسی طرح لیکھرام جی اور مرزا صاحب کے درمیان فیصلہ نہیں ہُوا؟ آپ کس زبان سے کہتے ہیں کہ فیصلہ نہیں ہُوا پھر لالہ جی نے کہا کیا مولوی محمد حسین بٹالوی اور ثناءاللہ امرتسری وغیرہ مرزا صاحب کی تعلیم اور پیشگوئیوں کو مان گئے ہیں میں نے کہا لالہ صاحب! ایک لخت دار الخلافہ فتح نہیں ہُوا کرتا رفتہ رفتہ سب کچھ ہو جایا کرتا ہے ہاں جو مقابلہ پر آتا ہے صحیح و سالم نہیں جاتا۔ خدا کا مامور دنیا سے نامراد ہو کر نہیں جاتا بلکہ بامراد اور مظفر و منصور ہو کر

جاتا ہے اور دروغ بے فروغ ہو کر ہی رہتا ہے اور حق فروغ پاتا ہے ۔ لالہ جی نے کہا کہ فروغ سے آپ کیا مراد لیتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ فروغ سے میں یہ مراد لیتا ہوں کہ پنڈت لیکھرام نے مرزا صاحب موصوف سے مباہلہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا گھر بار تباہ ہو گیا اور بیوی بچے ہلاک ہو گئے اور خود فوت ہو کر اپنے گئے اور اپنی قوم کے دھرم کو باطل قرار دے گیا مگر مرزا صاحب بامراد اور خوش و خرم اور صاحب اولاد و صاحب دولت و ثروت ہیں اور لاکھوں بنی نوع انسان انکے خاکپا غلام ہیں ۔ مگر اس پنڈت کے گھر میں الّو بول رہا ہے ادھر مرزا صاحب کے گھر میں ڈیڑھ سو انسان آباد ہے ۔ سعدی علیہ الرحمت نے سچ کہا کہ ؎ ہر کجا چشمہ بود شیریں ۔ مردم و مرغ و مور گرد آیند ۔

لالہ جی نے کہا کہ مرزا صاحب نے کونسی کامیابی اور فتح حاصل کر لی ہے میں نے کہا اتنی کامیابی تو حاصل کر لی ہے کہ اپنے حریف کو معدوم محض کر دیا ہے اور آپ اپنے مشن کی تکمیل میں بخوبی مصروف ہیں اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ مامورین اپنے کام کو پورا کئے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتے ۔ اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہوں گے جبتک کہ تکمیل اشاعت کا آوازہ آسمان سے نہ آجائے ۔ اگر زیادہ وضاحت سے سننے ہو تو دیکھ لو لیکھرام اور سوامی جی ہر دو تو اپنے مطالب میں خائب و خاسر ہو کر بصد حسرت راہی عالم بقا ہوئے اور درمیان میں کاٹے گئے ۔

لالہ صاحب ۔ اگر میں یہی طعنے مرزا صاحب اور محمد صلعم پر لوٹاؤں تو آپ خفا ہو جاویں گے ۔

اقول ۔ میں نے کہا کہ بے شک آپ کہئے کہ مرزا صاحب اور محمد صلعم اپنے مشن کی تکمیل کئے بغیر درمیان ہی میں کاٹے گئے ہیں (نعوذ باللہ) ۔ آپ کس زبان سے کہیں گے کہ محمد صلعم اور مرزا صاحب ناکام گذر گئے ؟ اس بات کے بعد لالہ جی خفا ہو گئے میں نے پھر کہا کہ بہتر تھا کہ آپ بذریعہ تحریر کسی بات کا استفسار کر لیتے کیونکہ زبانی گفتگو میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے ۔ میری یہ غرض تھی کہ چونکہ آپکو حضرت امام صادق مرزا صاحب اپنی پیشگوئیوں کی تکمیل کی شہادت میں گواہ گردانتے ہیں ۔

اگر در حقیقت پیشگوئیں سراسر افترا پر مبنی ہیں تو پھر آپ بذریعہ قسم کیوں اعلان نہیں شائع کرتے کہ یہ پیشگوئیاں بالکل سرتاپا دروغ بیفروغ ہیں۔ اسپر لالہ جی بولے کہ قسم والی بات کو جانے دو اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ میں نے کہا کہ لالہ جی! آپ ازراہ عنایت حلفیہ بیان مجھے لکھدیں گو آپ کا کچھ نہ جاوے گا لیکن مجھے سماج میں داخل ہونے کے لئے رستہ کھلجاوے گا اور کوئی عذر نہ رہے گا خواہ پیشگوئیوں کی تکذیب پر قسم کھانا آپکے نزدیک یونہی ایک جوں کا مار دینا ہے مگر ہمارے لئے یہ عظیم الشان حق و باطل میں فرق کر دینے والا معاملہ ہے۔ آپ ایسا ہی کر دکھائیں اگر در حقیقت آپ صادق القول ہیں تو۔ اسپر لالہ صاحب نے انکار کیا اور خاموش ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کہ اچھا پھر بذریعہ تحریر آپ حلفیہ بیان لکھدیں۔ چنانچہ تیسرے روز میں نے لالہ صاحب کو یہ رقعہ لکھا جو بعینہٖ ہدیہ ناظرین ہے۔ (نقل مطابق اصل) مکرمی لالہ شرم پت رائے جی۔ تسلیم۔ گذارش ہے کہ پرسوں خاکسار کو آنجناب نے بلایا تھا اور بعد از ملاقات گفتگو یہی شروع ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ قلم اُس دائرہ کے اندر اندر رہے جس کے اندر عمل ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ لکھتے وقت اپنے دل اور اعمال کا مطالعہ ترک کر دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ اول میں نے پہلے خود عمل کیا اور اپنی دانست میں بڑا عمل کیا کہ اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کو صرف مذہب کی خاطر ترک کیا بعد ازاں میں نے قلم پکڑا۔ ایسا نہیں کیا کہ عمل کچھ ہو اور یونہی لاف گزاف سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ فیصلہ تو کبھی نہیں ہوا کیونکہ آپکے مخالف مولوی ثناء اللہ وغیرہ تمام پیشگوئیوں کے منکر ہیں۔ مگر برعکس اس دعوی کے جب میں نے آپکو سمجھایا اور کہا کہ آپ نے چونکہ بچشم خود اکثر پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا ہے اس لئے اگر آپ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب تریاق القلوب میں بڑے شد و مد سے لکھا ہے کہ اگر لالہ شرم پت بمطابق قسم نمبر ۲ حلف اٹھاویں اور شائع کر دیں کہ میں قادر کرتار کو حاضر ناظر جانکر برملا شائع کرتا ہوں کہ مرزا صاحبکی

وہ تمام پیشگوئیاں جنکی تکمیل کی شہادت کے لئے میرا نام لکھتے ہیں وہ محض جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہیں اگر اس بیان میں میں حق پر نہیں ہوں تو اس جھوٹ کا وبال میرے پر اور میری آل اولاد پر پڑے" پس مہربانی فرماکر چند سطور اشتہار کی شائع کردیں تاکہ ہمارے پاس جو یہ آخری اور قوی عذر تائیدات الٰہیہ اور حقانیت اسلام کا ہے وہ دور ہوجاوے اور ہم پھر اپنے بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے گھل مل بیٹھیں۔

اگر درحقیقت ایسے اشتہار مشتمل بر حلف سے آپکو کسی قسم کے خوف اور نقصان کا خطرہ اور غضب الٰہی کا اندیشہ نہیں تو آپ بے دھڑک ایسا کرکے ہمیں سماج میں بٹھائیں گے گو بقول آپکے یہ قسم اُٹھانا اور اشتہار شائع کرنا فضول امر ہے لیکن ہم بہنوں کیلئے ویدک دھرم کے روحانیت اور حقانیت کا ثبوت ملجاوے گا۔ اس میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہیں۔ پس مہربانی فرماکر ملفوف لفافہ میں اس کے جواب باصواب سے سرفراز فرماویں۔ یہ سب کچھ اس لئے لکھا ہے کہ تقریر میں اشتعال آجایا کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہوا۔ تحریر میں انسان سوچ اور سمجھکر قدم رکھتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کرسکیں گے تو ہم مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو سچ نہیں سمجھیں گے اور اُنسے (نعوذ باللہ) قطع تعلق کرینگے (بشرطیکہ آپ اور آپکی آل اولاد صحیح سلامت رہے) اور درصورت قسم اُٹھانے اور خاکسار اور چند احباب ایک ڈیڑھ ماہ تک انتظار کرتے رہے اور اسی طرح لالہ ملاوامل کو بھی لکھا گیا کہ آپ ہم پر رحم کریں مگر ان لوگوں نے ہماری ایک نہ سُنی۔[1]

حاشیہ

[1] اب بھائیو! آپ لوگ انصاف کیجئے اور ہمیں کوئی راہ بتلایئے کہ لالہ صاحب نیک نیتی پر آجاویں اب ہم کس مہاتما کے آگے روئیں اور اپنی حالت زار کو پیش کرکے اس کے رحم کو جوش میں لاویں لالہ جی کو تو اگر کوئی کاٹ کر ٹکڑی ٹکڑی بھی کردے تو بھی وہ حلفیہ بیان دربارہ تکذیب پیشگوئیاں پر آمادہ نہ ہوگا پھر انکی اس اقرار اور قرار پر بھی اگر کوئی بدبخت پیشگوئیوں کو منجانب اللہ نہ ماننے اور نہ کسی مہاتما کے گلے میں پگڑی ڈالکر قسم پر آمادہ کرے تو ہم کدھر جاویں اور کس کے دروازہ کو کھٹکھٹائیں۔ منہ

ص شہادت دینے کیسے اگر آپکے اچھے کرم ہیں تو انصاف گانہ ڈگری عدالت الٰہی سے آپکے حق میں ہوگی ورنہ فریق ثانی کے حق میں ہوگی اور اُن تمام پیشگوئیوں پر دوبارہ روشنی پڑجاوے گی جنکی تکمیل شہادت کے لئے آپ کا نام لکھا ہے۔ خاکسار عبدالرحمٰن از قادیان ۲۰ رجولائی سنہ ۱۹۰۶ء

اب ہم مرزا صاحب کو امام اور انسان کامل رہنما مانیں یا نہ مانیں؟ اور پیشگوئیوں کو برحق مانیں یا نہ مانیں؟ بعد ازاں ایکدفعہ زبانی ذکر آیا جبکہ چند اور آریہ مہاشہ بھی حاضر تھے میں نے پھر عرض کی کہ آپ اگر فی الحقیقت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے منکر ہیں تو آپ کیوں ہمارا آخری عذر نہیں توڑتے؟ پھر اُنہوں نے یا غالباً کسی اور مہاشہ نے کہا کہ مسلمان لوگ دوسروں کو مروا ڈالتے ہیں میں نے کہا کہ مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ ایسے قسم کھانیوالے کی موت انسانی ہاتھوں یا منصوبوں سے ہرگز نہ ہوگی۔ آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ کیا آپ کے پیچھے دو عزرائیل اور دو ملک الموت ہاتھ دھوکر لگے ہوئے ہیں؟ آپکو غیر معمولی آتھم کیطرح خوف اور ڈر کس لئے اور کیوں دامنگیر ہے؟ دراصل یہ حق کا رعب ہے۔ افسوس ہے کہ آپ گذر جاویں گے مگر اپنے نام پر اخفا شہادت حقہ کا بار۔ اور داغ ساتھ لے جاویں گے بعد کی نسلیں اور اولاد آپکو کیا یاد کرے گی! افسوس کیا آپ اس امر سے ڈرتے ہو کہ ایک داغ تو آریہ دھرم کو جھوٹے ہونیکا لگ گیا دوسرے داغ کا اندیشہ دامنگیر ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تب بھی ہمیں خبر دیں تا کوئی علاج کیا جاوے بالآخر عام ہندو آریوں اور احمدی و غیر احمدی اہل اسلام کو معلوم ہو کہ لالہ شرم پت اور ملاوا مل کا اس بیان پر قسم کھانیسے ڈر جانا گو مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے جھٹلانے میں اگر ہم (ملاوامل و شرم پت) ناحق پر ہیں تو اے پرمیشر ہم اور ہماری آل اولاد پر قہری عذاب نازل کر اور جھوٹے اور لعنتی کو بذریعہ موت یا آسمانی بلاء سے تا بدروازہ دوزخ برساں" مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں پر دوبالا رنگ اور رونق ڈالتا ہے۔

بعض صاحبان کہیں گے کہ اگرچہ مخالفین اور معاندین کی نسبت بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر ہمارے لئے خصوصیت سے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔ سو اس بات کے جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ جو کچھ ہم نے آریوں اور دیگر بعض مخالفین کی نسبت تحریر کیا ہے وہ سب دراصل آپ لوگوں کی دعا حاصل کرنے اور احقاق حق اور ابطال باطل کے بارہ میں ہدیہ کیا گیا ہے مگر پھر خیال آیا کہ کسیقدر خصوصیت سے آنحضرت صلعم اور صحابہ کا

مختصر حال اور ذکر خیر کیا جاوے تاکہ کسی رشید اور سعید کو فائدہ ہو اور خناس کسی کو آریہ کے لباس اور پیرایہ اور بروز ہیں دھوکا نہ دے جاوے۔ پس مناسب ہے کہ اس کتاب کی خوب اشاعت کی جاوے اور عوام کو آریوں کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس تریاق کو بہم پہنچایا جاوے۔ محمد رسول اللہ والذین امنوا معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) خدا یتعالیٰ کے رسول تھے آپ پر سلسلہ نبوت و رسالت شرعاً و قانوناً ختم ہوگیا۔ آپکے بعد کوئی ایسا نبی خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہوگا جو آپکی غلامی سے سبکدوش اور کنارہ کش ہو کر الہام و کشوف سے بہرہ ور ہو اور قرآن شریف کی جگہ کوئی اور کتاب واجب العمل پیش کرے یعنی نئے مذہب کی تلقین اور نئی شریعت کی بُنیاد ڈالے۔ ہاں ہر صدی اور قرن میں حسب قول باریتعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا ... کما استخلف الذین من قبلھم خدا کے مامور اور مجدد آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے یہ سلسلہ اور نظام قائم رہیگا جبتک کہ اس دنیا کی صف نہ لپیٹ دیجاوے۔ اگر کوئی کہے کہ آپ پر کیوں سلسلہ نبوت ختم ہوگیا اور آگے کیوں نہیں چلا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک سلسلے کے کمال کی ترقی کی ایک حد ہُوا کرتی ہے پس جب وہ حد آجاتی ہے تو پھر اُس کے بعد ترقی مفقود ہوتی ہے چنانچہ درخت ایک خاص کمال تک پہنچ سکتے ہیں اور آدمی

حاشیہ

لے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا یتعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور اُنکی بیعت اختیار کرتے ہیں اُنکا یہ خاصہ ہُوا کرتا ہے کہ کفار کے اثر بد کے قبول کرنے میں پتھر کی طرح سخت ہُوا کرتے ہیں لیکن آپس میں وہ ایک دوسرے مومن کے استفادہ خیر سے بہرہ ور ہونے کے لئے رحیم کریم ہیں یعنی استحصال فضائل کے لئے جو خاص بھی مومن ہی سے مل سکتے ہیں۔ بہت نرم اور فروتن ہوتے ہیں لیکن کفار یعنی بددین فاسق و فاجر کے اثر بد اور رذائل سے محفوظ اور مامون رہنے کیلئے پتھر کیطرح سخت

منہ

اور گھوڑا اپنے دائرے میں ایک خاص حد تک ترقی کر سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ گھوڑا ترقی کرتا ہوا کبھی انسانی جامہ پہن لے پس سلسلہ نبوت بھی ترقی کرتا ہوا آنحضرت صلعم پر اپنے کمال کو پہنچ گیا جب کہ دنیا کی استعدادیں اس کمال کو پہنچ گئی تھیں کہ روحانی ترقیات کے استحصال کے معراج[1] کو پہنچ سکیں اور دنیا جیسے کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے آنحضرت صلعم کے مبارک زمانہ میں ایسی حالت کو پہنچ گئی تھی کہ تمام مہذب اقوام کا میل جول حیز امکان میں تھا اور عالمگیر مذہب دنیا پر شائع ہو سکتا تھا۔ پس اب ہمیں دیکھنا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت کیا کیا امور پیش افتادہ تھے اور آپ نے دنیا میں آکر کیا کر دکھلایا۔

اگرچہ یہ مضمون بہت لمبا ہے اور کتاب بہت لمبی ہوتی جاتی ہے بلکہ جہانتک ارادہ تھا چار چند سے بھی بڑھ گئی ہے مگر پھر بھی ہم اس مضمون کو مختصراً ہدیہ ناظرین کرتے ہیں گو اختصار سے اس کا گلا گھونٹنا پڑے۔ اول ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جسوقت آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تھے وہ زمانہ کیسا تھا اور نیز وہ لوگ جنھیں آپ کا نشو و نما ہوا وہ کیسے تھے اور انہیں کیسا کر دکھلایا۔

واضح ہو کہ عرب ایک ایسا ملک ہے کہ اسے عرب (اجھڑ۔ اکھڑ) کہا کرتے تھے اور فسق و فجور اور مال مردم خوری اور ناحق خونریزی جیسے کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے ظاہر ہے ان لوگوں کا معمولی کھیل کود کا کام اور گذارہ تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر کُشت و خون کے معرکے برپا ہو جاتے تھے اور خون سے ندیاں بہ نکلتی تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ کسی قبیلہ کے ایک کسان کے کھیت میں کُتیا نے بچے دیدیئے تھے دوسرے قبیلہ کی ایک اونٹنی اس کھیت میں سبزی کھاتی ہوئی کُتیا کے ایک پلے کو اتفاقاً پاؤں کے نیچے کچل گئی اب اس کسان نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ کتیا کے پلے نے ہمارے کھیت میں پناہ لی تھی پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فلاں قبیلہ ہماری پناہ میں آئے ہوئے ادنیٰ جانور (پلے) کو مار کر صحیح سلامت رہ جاوے چنانچہ

[1] انبیاء علیہم السلام میں سے ممیزانہ طور سے آنحضرت صلعم کو ہی معراج غایت درجہ کمالیت کا نصیب ہونا اور ماننا قرب الہی کا اور کسی نبی کو حاصل ہونا آپ صلعم کے بےنظیر کمال اور ختم نبوت و رسالت پر دوسری دلیل ہے۔ فتدبر۔ منہ۔

اس شعر سے یہ حکایت تعلق رکھتی ہے یا لبکر انشروا لی کلیبا۔ یا لبکر این این الفرار
ترجمہ اے بکر کے قبیلہ کے لوگو! تم نے جو ہماری کُتیا کے بچے کو مروا ڈالا ہے اب
بہتر ہے کہ اُسے زندہ کرو۔ پس اگر ایسا نہیں کر سکتے تو جان لو کہ تمہارے لئے کوئی
مفر باقی نہیں رہا یعنی اب تمہیں اس شرارت کی پاداش میں غارت کیا جاویگا
کیونکہ تم نے ہمارے ہاں پناہ لینے والی کُتیا کے بچے کو مار ڈالا ہے اور ہماری عزت
اور نام کو خاک میں ملا دیا ہے گویا ہم جیتے جی مر لیئے۔ اور ہمارا کچھ باقی نہ رہا
پس اب ہم بس نہیں کریں گے جبتک کہ تمہارے سارے قبیلہ کو تہ تیغ کر کے اپنا
جی ٹھنڈا نہ کر لیں۔ قصہ کوتاہ اس امر پر دونوں قبیلوں میں پچاس سال تک خونریز
جنگ رہی اور اس پچاس سال میں متواتر خونریز جنگ سے جسقدر ہلاکت ہوئی ہوگی اس کا
اندازہ جنگ جاپان و روس کی یک سالہ جنگ پر قیاس کرنے سے خوب ذہن
میں آسکتا ہے اس پنجاہ سالہ جنگ میں قریباً دونوں قبیلوں کے تمام برنا و پیر لڑائی کے بھینٹ
ہوگئے اسی طرح ایکدفعہ گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے سب سے آگے سبقت لے گئے
ایک سوار سے عمداً یا سہواً دوسرے کا گھوڑا سہم کر ایک قدم پیچھے رہ گیا پس اس
حرکت پر وہ خوفناک جنگ ہوئی کہ قریباً دو سو سال کے بعد آنحضرت صلعم نے
اپنے زمانہ میں اُسکا فیصلہ کیا غرض ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر گشت و خون سے زمین سُرخ ہوجاتی
تھی اور نالیوں اور بدروؤں میں خون بہ نکلتا تھا اور رستخیز برپا ہوجاتی تھی اور خوبصورت
جوانمرد گاجر مولی کیطرح کاٹے جاتے تھے اور قریب تھا کہ باہم خانہ جنگی سے مُلک برباد
ہو جاتا کہ آنحضرت صلعم نے آکر ان لوگوں کی خبر لی اور ریگستان کی خاک کو کیمیا کر دکھایا
جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہے وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم
منہا۔۔ وکنتم اعداً فالف بین قلوبکم یعنی تم ہلاکت کے گڑھے پر
آپہنچے تھے کہ اللہ پاک نے تمہیں اس سے نجات دی۔ اور تم ایکدوسرے کے جانی
دشمن تھے مگر فضل الٰہی نے محمدی سلسلہ کے ذریعے بجائے نفرت کینہ اور عداوت کے
محبت الفت اور ہمدردی سے تمہارے سینوں اور دلوں کو بھر دیا۔

حاشیہ۔ سلہ اس کینہ توز جنگ کی کیفیت حالی صاحب نے خوب لکھی ہے۔ دیکھو رسالہ ۱۲۴

اصل مضمون کی طرف رجوع کرکے لکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے جو بُت پرستی کی بیخ کنی شروع کی اور جور و ستم کی راہیں مسدود کرنی چاہیں توجبقدر عداوت اور دُکھ درد کا سلسلہ آنحضرت صلعم پر ٹوٹ پڑا اسکا اندازہ اس پُرامن زمانہ میں خصوصاً ہندوستان میں تو محال ہے مگر افغانستان میں اسکا نقشہ بالفعل دیکھا جاسکتا ہے جہاں ایک ادنیٰ فروعی مسئلہ دربارہ ممات مسیح علیہ السلام نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گو بت پرست قبائل اور کینہ توز معاندین نے آنحضرت صلعم کی جان لینے کے لئے سَو سَو اونٹ کی شرط اور انعام مقرر کر دیئے تھے مگر خدا کا مرسل اور مامور ایسا نہیں ہُوا کرتا کہ وہ کام کئے بغیر ہی قبل از وقت کاٹا جاوے اس بربادی بخش اور خونخوار ملک میں جہاں آدمی کا مارنا پرندچرند سے بڑھکر حقیقت نہیں رکھتا ہے اور نہ رکھتا تھا اللہ پاک نے آنحضرت کو فرمایا فاصدع بما تؤمر یعنی جو کچھ تجھے حکم کیا گیا ہے اسکو اس تشریح اور تفصیل سے لوگوں تک پہنچا دُکہ اُنکے چھکے چھوٹ جاویں و اذیمکر

بك الذین کفروا یثبتوك او یخرجوك ویقتلوك ...... واللہ یعصمك من الناس

یعنی اگرچہ مخالفت سخت ہوگی اور تیرے قتل کے لئے منصوبہ ہو رہے ہیں اور تجھے نکال دینے کے درپے ہیں مگر اللہ پاک تیرا مددگار ہے اور اُسنے ذمہ اُٹھا لیا ہے کہ تیری کاحقہ نصرت اور حفاظت فرماوے کیونکہ الٰہی ارادوں اور کاموں پر انسانی منصوبے اور درندگیاں کچھ کارگر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ لہ ما فی السموات و ما فی الارض

آخر کار جب کفار مکہ نے دیکھا کہ کسی طرح سے یہ سلسلہ رُک نہیں سکتا تو علاوہ اور منصوبوں کے ایک یہ بھی کیا گیا کہ آپ کو زہر دیا جاوے اور قتل کر دیا جاوے مگر زہر خورانی اور دیگر منصوبوں کی اطلاع اللہ پاک قبل از وقت دیدیتا تھا اور اُن کے سب منصوبے خاک میں ملجاتے تھے۔ قصہ کوتاہ عرب جیسے وحشی اور خونخوار جنگلی مُلک میں کسی مُصلح کا دندناکر قدیمی رسومات اور مذاہب باطلہ کا، یا کھنڈن کرنا کوئی آسان امر نہیں تھا اسپر طرفہ یہ کہ دعویٰ ہو کہ کسی بشر کو طاقت

نہیں کہ مجھے (محمد) قبل از وقت ہلاک کر سکے زمین آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں میں اپنی طبعی عمر پا کر عزت افزائی کے ساتھ اٹھایا جاؤنگا۔ اور میں اپنے متبعین کے لئے بشیر ہوں کہ ممالک بعیدہ کے وارث ہوں گے لیکن میں اپنے مخالفین کے لئے نذیر ہوں یعنی انہیں ہلاکت اور نیستی مقدر ہے اور کوئی نہیں کہ ان اٹل باتوں کو ٹالدے" وانہ لذکر للک و لقومک یعنی یہ قرآن تیری قوم اور تیرے لیئے شہرت اور ناموری کا موجب ہوگا اور اسی کی بدولت تیرے متبعین تاریخی قومیں بنجاوینگی اور تیرے مخالف اسی طرح ہلاک ہونگے جس طرح موسےؑ کے مخالف فرعون اور اسکے متبعین عبرت انگیز ہلاکت گاہ میں نابود ہو گئے تھے (سورہ مزمل) آخر کار جب کفار نے دیکھا کہ دین حق رک نہیں سکتا تو عمائد مکہ نے اکٹھے ہو کر عرض کی کہ آپ جو چاہو وہ ہم سے لے لو جس خاندان اور سردار کی لڑکی لینی منظور ہو وہ بھی لے لو اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیتے ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں میں مامور ہوں آسمانی حکم کو روک نہیں سکتا اگر میرے دائیں طرف سورج ہو اور بائیں طرف چاند بھی چاہ گراں ہو تب بھی میں تبلیغ حق سے رک نہیں سکتا غرض یہ ہستی باریتعالیٰ پر ایمان اور مکالمہ الٰہیہ اور عنایات متواترہ اور تائیدات متکاثرہ کا آپکے دل کے اندر احساس ہر روز تازہ تھا اور خدا کی وحی اور بشارتوں پر کامل یقین تھا

لہ آریہ مسافر میگزین کا نامہ نگار خطا کار تعصب اور جہالت سے اندھا ہے کہ ایسے بے نفس اور معصوم اور دنیاوی جاہ وحشم سے نفور ذات کے شان میں یوں لکھتا ہے کہ نعوذ باللہ آپکے دل پر ہوا و ہوس اور طمع مستولی تھی"۔ اگر کچھ بھی کمزوری ہوتی تو عین جوانی میں چہل سالہ بیوہ سے بیاہ نہ کرتے حالانکہ ہر قبیلہ کے رؤساء آپ کو لڑکیاں دینی باعث فخر سمجھتے تھے۔ مگر وہ پاک سید عالم پنجاہ سال تک بیوہ کو غنیمت گردانتا رہا۔ واہ رے تعصب تیرا خانہ خراب تو نے کیسے دانشمندوں کو اندھا کر دیا ہے۔ مؤلف

جو کسی اور طرف جھکنے نہیں دیتا تھا۔ مگر اُس ناقدر شناس قوم کے لئے حرف طعن
و تشنیع اور گوناگون تکالیف شاقہ کے ہی تختۂ مشق نہ تھے جنہیں خود اپنی جان کو
ہموم و غموم اور خطرات کی کٹھالی میں ڈالکر انجام کار روم و فارس اور مصر و ہندستان
کا بادشاہ بنانا تھا بلکہ اپنی اور عزیزوں کی جان پر تلواریں خون سے تر کراکر اور اپنے
اوپر سفاک ظالموں کے تیر و ترکش خالی کراکر دین اسلام اور قرآن کریم نہایت
تذلل اور فروتنی سے ہدیہ گذارنا تھا غرض آپکے (فداہ ابی و امی) آئینہ دل
میں نور اور ایمان کا وہ چراغ جگمگ جگمگ کرتا تھا کہ عرب کے ناخواندہ اور جاہل
بنی نوع انسان آپ کی پُر تاثیر صحبت اور کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی
و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی و افاضہ خیر کے عرصۂ قلیل میں کثیر وجوہ فضائل
سے مالامال ہو جاتے تھے اور صدیوں کی جہالت قساوت قلبی دُنیا پرستی مال مردم
خوری درندگی اور فسق و فجور کی بیسیوں ظلمتیں اُنکے اندر سے دھوئی جاتی
تھیں اور ہر قسم قسم کا ترک کردہ گناہ اپنے پیچھے گوناگون نیکی کو پاک شدہ قلب کا
وارث اور جانشین چھوڑ جاتا تھا۔ قصہ کوتاہ آپکا کامل جذبہ اور اثر تقدسی اس بلا
کا تھا کہ آپنے ہزارہا دلوں کے زنگ کو دور کر کے اسطرح اُنہیں صیقل کیا تھا کہ انہیں
شیشہ کی طرح صاف و شفاف کر دکھایا تھا اور انسان صحابہ کے حالات پڑھ پڑھکر
حیران ہی رہ جاتا ہے۔

بُت پرستی جو آریہ ورت سے بھی سنگین تر تھی اُسکا ایسا نقش مٹایا کہ
اُسکو سوائے آریہ ورت کے کہیں پڑوس میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی۔ و العقداپ کی سو
یہ کامیابی کسی دیوتے مہاتما اور نبی کو نصیب نہیں ہوئی کہ سارا مُلک صاف شفاف اور
ہر ایک گناہ اور نجاست سے پاک ہو گیا ہو۔ صرف ایک شخص کی اصلاح اور تبدیل
مذہب انسانی طاقت کو ہرا دیتا ہے چہ جائیکہ مُلک اور قوم کا معاملہ ہو۔ غرض
ان امور کی تفصیل ہماری طاقت اور لیاقت سے بڑھکر ہے اور قلم کو اُس کے
ادا کرنے کا یارا نہیں اس لئے ان دقیق امور میں بالفعل ہمارا دست انداز ہی کرنا

قرین مصلحت اور انصاف نہیں مگر پھر بھی سرسری طور سے اتنا لکھنا از بس ضروری
ہے کہ ضدی اور کینہ توز بت پرستوں نے جب بوجہ شدید مقناطیسی طاقت اور
اثر تقدسی کے اسلام کو سمجھا تو ایسے سخت موحد ہوئے جیسے کہ پہلے شدید بت پرست
تھے اور اسلام کی خاطر اسطرح سینہ سپر ہو کر اپنی جانوں کو پانی کی طرح بہا دیا کہ اُسکی
نظیر صفحہ روزگار میں تلاش کرنا عبث ہے حتیٰ کہ بہتوں کو عرب کے موسم گرما میں جلتے
ہوئے پتھروں پر لٹایا گیا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور دھجیاں اُڑائی
گئیں اور ہاتھ پاؤں شدید ظلم و ستم سے کاٹے گئے مگر اسلام کو نہ چھوڑا
اور آخر جب مدینہ میں بھی زندگی کے لئے آسمان دھوآں دھار ہو گیا اور
حزن و ہراس کے بادل منڈلانے لگے تو شریر النفس حملہ آوروں سے اسلام کو
اسطرح بچایا کہ اپنی جان کو ردی چیز کی طرح بے تحاشا لڑائی کی بھینٹ کیا اور
بہتوں نے یہانتک صدق و وفا دکھایا کہ اُنہوں نے اپنے ظالم باپوں کے
مُنہ پر تلواریں چلائیں اور خویش و اقارب کے نازک رشتے کو توڑا اور اُنکی قدرتی
محبتوں کے جوش کو فرو کیا اور ظالم و سفاک باپوں کو جنکی گود میں پرورش پائی
تھی اپنے ہاتھوں سے تہ تیغ بے دریغ اس لئے کیا کہ اُنہوں نے ناحق بت پرستی
کی حمایت میں نہ صرف مکہ کو چھین لیا اور صرف صدہا بے گناہ اور معصوم مردوں
اور عورتوں کو توحید پر قائم ہوتے دیکھ کر گھر سے بے گھر کر دیا تھا اور نہ صرف اُنکے
مال و متاع اور اُنکی زمینوں کو قبضے میں لا کر اتنے ظلم پر ہی قناعت کی بلکہ مدینہ
میں بھی اُن بے دست و پا مظلوموں کا پیچھا نہ چھوڑا اور کتوں کیطرح چاروں
طرف سے محاصرہ کر لیا اور قریب تھا کہ اسلام کا استیصال اور خاتمہ ہو جاتا اور
بنارس اور متھرا کی سی بت پرستی کا دور دورہ نہ صرف عربوں کی روحانیت کا
خون کر دیتا بلکہ ساری دنیا ضلالت پر ہلاکت میں اوندھی گر پڑتی - پس ایسے مواقع پر صرف
دفاعی طور سے اُن بیداد ستمگار حملہ آوروں کو اُنکے بد ارادوں سے روکا اور
ہر ایک عزیز چیز کو اُس پُر زور حق کی خاطر قربان کیا جسکا حظ اور ذوق گھٹا دینی

بُت پرستی دہریت اور جہالت کے مقابلہ میں بہت ہی موثر ہوکر آنکھوں سے تعشق کے
آنسو بہاتا تھا گویا پوں کے سینوں کو خنجر سے مجروح کرتے ہوئے بے اختیار آنسو خشم گویا
ڈیڈلاتے تھے مگر مشاہدہ آیات بینات اور نشانات اور تزکیہ نفس اور تبتل الی اللہ
اور تعلق باللہ نے ان امور کے ارتکاب کو بہت سہل کر دیا تھا۔ اور اصلاح نفس اور
اصلاح خلق اللہ کے لئے کوئی چیز انکی سد راہ نہیں ہو سکتی تھی غرض یہ حق کا زور
اور آنحضرت صلعم کا کامل جذبہ اور مقناطیسی طاقت تھی کہ انہیں حق کے مقابلہ میں
اپنے خویش و اقرباء اور پیارے والدین کو خس و خاشاک کی طرح پھینکنا پڑا۔ پس جب
حق کی یہ پاسداری انسانی فطرت پر قدرتاً مستولی ہے کہ انسان بے اختیار ہوکر ایسے
امور کا ارتکاب لا محالا کر گذرتا ہے پھر حق لانیوالے کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماتا پیتا
یعنی مادر و پدر سے بڑھکر کیوں اپنا محسن و مولا اور مطاع نہ مانیں یہی وجہ ہے کہ
قرآن کریم میں آیا ہے[1] کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک رشتہ دار پر مقدم رکھنا ہر مومن کا ایمان
ہے دیکھو آیت (النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال وتجارۃ
...مساکن احب الیکم من اللہ ورسولہ... فتربصوا) قصہ کوتاہ یہ وہ لوگ تھے کہ انہوں نے درحقیقت ہر ایک دنیوی
وجاہت اور مال و متاع اور مکان اور عزّ و شرف اور تجارت اور دیگر وسائل منفعت
اور مال و جان پر اسلام کو واقعی طور سے مقدم سمجھ لیا تھا اور دنیوی آلائشیں انکی
دلوں سے دھوئی گئی تھیں اور اطاعت میں اسقدر ترقی کر گئے تھے کہ جب آنحضرت
صلعم انفاق فی سبیل اللہ کا حکم فرماتے تھے تو گھر کا نصف بلکہ سارے کا سارا
اندوختہ لا حاضر کرتے تھے۔ اسی طرح بعض نے یہانتک صدق و وفا دکھایا کہ
جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے تو مدینہ کے
بھائیوں نے جو انسے سلوک کیا وہ بے نظیر اور قابل رشک ہے۔ اور وہ سلوک
یہ ہے کہ اکثروں نے اپنا اپنا گھر مہاجروں کو مفت میں نصفا نصفی بانٹ دیا اور
بعضوں نے جنکے ہاں دو دو بیویاں تھیں ان میں سے ایک ایک مہاجرین کو
دیدی۔ غرض جب عفیفہ بیویوں کو طلاق دے دے کر صدق و وفا اور انقیاد

[1] تو محمد نبی مومنوں کے نزدیک اپنوں اور اپنی جانوں سے بڑھکر عزیز اور قابل اطاعت ہی۔ (اے احمدی لوگو!) اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی بند اور تمہاری بیویاں اور دیگر رشتہ دار اور وہ مال جنکو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جسکے نقصان اور خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور وہ آرام وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو۔ پس یہ چیزیں اگر خدا اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد (حسب حال) سے بڑھکر پیاری اور پسندیدہ ہوں تو تم انتظار کرو کہ خدا کی بادشاہت آجا دے اور ایسے کچھ لوگوں کو جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا قرار فسخ کرتے ہیں کاٹ کر جماعت سے الگ کر دے کیونکہ ایسے عہد شکنوں کے لئے جناب الہی سے کامیابی کی راہ مسدود ہوتی ہے منہ

کے سلوک کو کمال تک پہنچایا اور اموال کا تو کیا ذکر ہے صاحبان یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک معمولی سننے والے کو ایک کہانی سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتیں لیکن جنہوں نے ایسا کیا اُنہوں نے اپنے دلوں اور ایمان کو کہانتک ترقی کے معراج تک پہنچایا تھا جس کے ہاں دو فرمانبردار بیویاں ہوں اور ایسا کرنا پڑے تو جو کچھ اس کے دل پر گذرتا ہے وہی جانتا ہے دوسرے کو اس امر سے کیا اطلاع ہو سکتی ہے؟ مگر یہاں تو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات ایک اپنی ہمشیرہ اور لڑکی کو بھی دوسرے کو بخوشی دینا پسند نہیں کرتا جو بہرحال آگے پیچھے کہیں کسی کے پاس جاکر رہیگی پس بھائیو! اُس ایمان اور اطاعت اور صدق و وفا اور ایثار کی تلاش کرو جسکی تاثیر سے اپنی بیویوں کو خدا کی رضا کے لیے چھوڑ دینا اور نصف جائداد کا غیر کو وارث بنا دینا اور مولی کریم کی وحدانیت کی خاطر باپوں کے موہنو پر تلوار کھینچ مارنا اور ہر ایک تنگی ترشی اور سردی گرمی اور افلاس اور ابتلاؤں کا تختہ مشق بننا اور حق کی خاطر وطن سے بیوطن ہو کر دوسروں کے در و دیوار سے جمٹنا اور سفر و حضر میں اپنی جانوں پر خطرناک واقعات کا وارد کرنا انکے لئے ایک سہل امر ہو گیا تھا۔ اور یہ سب کچھ اسلئے ہُوا تھا کہ انہوں نے دنیا کو ناپائیدار یقین کر لیا اور جان و مال اور ہر ایک مالوف شئے اُنکا دل برداشتہ رہتا تھا اور بموجب آیت فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا .... بہتیرے اپنی جانوں کو قربان کر کے اپنی زندگی کا فرض اعلیٰ ادا کر چکے تھے اور بعض کو اس بات کا انتظار اور تڑپ تھی کہ کب وہ وقت آوے کہ وہ بھی اپنی جان کی قربانی دیں جطرح انہیں اس دنیا میں قیصر و کسراء اور دیگر شاہان گردن فراز کی جاہ حشمت کے استحصال کے خدائی مواعید پر پورا یقین تھا اس سے بڑھکر مابعد الموت رضائے الٰہی اور انعامات کثیرہ پر لذیذ ایمان دل میں جاگزین تھا۔ اور آخر کار جب حسب وعدہ الٰہی یہ اسلامی خادم صحرا نشینی کے نشیب و فراز سے نکل کر تخت نشینی کو فائز ہوئے تو اپنی سابق حالت کا موجودہ حالت سے مقابلہ کرکے

[illegible] حالت پذیر ہو گئی ہے ۔ منہ

اشک تعشق سے خدا کا شکریہ اور حمد کرتے تھے اور الٰہی وعدوں کو پورا ہوتے
دیکھکر اُن کی روحانیت معرفت اور شناخت باریتعالیٰ میں اسقدر ترقی اور فرق
عظیم واقع ہوگیا تھا جسقدر صحرا نشینی اور تخت نشینی میں فی الواقعہ فرق نمایاں ہے
پس ایسے ایسے نشانات اور پیشگوئیوں اور تازہ تائیدات الٰہیہ سے انہیں خدا کی
ہستی پر ایمان اور یقین اپنے کمال کو پراپت ہوا - ان واقعات صحیحہ اور مشہودہ محسوسہ
امور سے انسان کا دل کامل طور سے ایمان اور یقین سے بھرجاتا ہے کیونکہ جس
صورت میں قرآن کریم کے وعدے اور پیشگوئیاں جو اس جہان میں پوری ہونیکو
تھیں وہ سب کی سب بلا کم و کاست پوری ہوگئیں پھر آخرت کے وعدوں اور
پیشگوئیوں پر انسان خواہ نخواہ یقین کرہی لیتا ہے کہ مابعد الموت کے حالات
برحق اور صحیح ہیں - برخلاف انکے حضرت عیسیٰ ؑ کے انجیلی حواریوں میں سے بعض
نے حضرت عیسیٰ ؑ پر اپنی عین حیات میں لعنت بھیجی اور کفر اور ارتداد میں کوئی
دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور دنیا میں تائید الٰہی سے وہ بہرہ ور نہ ہوئے پھر انہیں
آخرت کے مواعید پر کیسے کامل یقین اور رتی بھر ایمان حاصل ہوسکتا تھا -
اجی جو یہاں خدا ہے وہی وہاں ہوگا جسکی دستگیری یہاں نہ ہوئی تو وہ
وہاں بھی بے نصیب اور اندھا ہوگا - اصل بات یہ ہے کہ زبانی لاف و
گزاف سے تو ہر ایک کہتا ہے کہ میرا ہی دھرم سچا ہے اور میں ہی دھرم کو ہر ایک
مال و شے سے عزیز تر مانتا ہوں لیکن یہ دعویٰ تو تب پایۂ ثبوت کو پہنچتا
ہے کہ انسان جان جوکھوں کے کاموں اور خطرناک نقصانات اور زلازل
شدیدہ میں دھرم کو پس انداز نکرے اور کسی شے دیگر کو عزیز اور معبود نہ ٹھہراوے -
اس برگزیدہ گروہ کے افراد میں سے ایک صحابی کی نسبت لکھا ہے
کہ ایک غیر مسلم ایک مسلمان کو قتل کرکے بھاگ نکلا اس کے پیچھے ایک صحابی ؓ
گئے آخرکار اُس کو پکڑ کر گرا لیا اور اُس کے جرم کی سزا میں اسکی گردن کاٹنے
لگے تھے لیکن اُس مجرم نے سمجھا کہ اب مر تو جانا ہی ہے صحابی مذکور کے

منہ پر تھوک لو۔ جب اُس نے صحابی مذکور کے منہ پر تھوکا تو صحابی نے اُسے
رہا کر دیا اب اس مجرم نے پوچھا کہ "اب تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے"۔ فرمایا
کہ "پہلے جو میں تجھے قتل کرنے کو تھا صرف خدا کے ارشاد کی تعمیل یعنی جرم کی
سزا دینی ملحوظ خاطر تھی مگر اب تمہارے تھوکنے سے اس سزا میں میرا
غصہ بھی شریک ہو گیا ہے اس لئے یہ فعل محض اللہ کے لئے نہ رہا بلکہ اپنی نفسانیت
کی ملاوٹ اور شرکت بھی کسی قدر شامل ہو گئی۔ پس اس شرافت دیانت
اور تقویٰ وطہارت قلبی اور اخلاق پسندیدہ سے متاثر ہو کر وہ مجرم کافر
خود بخود مسلمان ہو گیا کیونکہ اُس نے دیکھ لیا کہ جس صورت میں یہ لوگ
اسقدر خدا میں ہو کر اور اپنی نفسانیت اور ضد و کینہ اور ہر ایک شرارت
سے کنارہ کش ہو کر ایسے نازک مواقع پر بھی للٰہیت میں مستغرق ہیں تو پھر
سخت جہالت ہو گی کہ ان کے مذہب کے اصول اور احکام سے دوری
اور محرومی عائد حال ہو۔ ایسے ہی اخلاق نے عربوں زیر کیا۔ ورنہ بزور شمشیر؟ توبہ! توبہ!!

ناظرین! یہ وہ لوگ ہیں جو عرصہ قلیل میں آنحضرت صلعم کی صحبت
تعلیم تزکیہ نفس اور اثر قدسی اور برکات ایمانی وعرفانی سے کچھ کے کچھ
بن گئے ایک وہ وقت تھا کہ ایک کتے کے مرنے پر ہزارہا انسانوں کے خون سے
نالیاں بہ نکلتی تھیں اور اب اُنہی لوگوں کو ایسا روحانی شربت پلایا گیا
کہ بیجا غصہ اور کینہ کی آلائشیں دل و دماغ سے دھو ڈالیں۔ جو کام آنحضرت
صلعم نے کیا اُس کی تفصیل توحیز امکان سے خارج ہے لیکن ہر ایک انسان

حاشیہ

حالی

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا — جہان سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا — نہ کشور ستان تھا نہ کشور کشا تھا
زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں — لوؤں کی لپٹ باد صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں — کھجوروں کے جھنڈ اور خار مغیلاں

اتنے پر غور کر سکتا ہے کہ ایک اپنے لخت جگر بچے یا دوست و آشنا سے کسی عادت بد کا چھڑوانا کیسا مشکل ہوتا ہے اور شراب قمار بازی اور زناکاری کی امراض سے کسی کو شفا دینا کوئی سہل امر نہیں مگر وہ کس بلا کی تاثیر اور جادو تھا کہ صدہا عادات بد عرب کے ہزاروں جاہل لوگوں سے چھڑوا دیں اور عرب کے ریگستان کو بارود کا پوڈر کر دکھا۔ جس نے آتش پرستوں کی آتش پرستی اور صدہا مخلوق پرستی کو نیست اور بھسم کر دیا۔

نظم

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
چلن انکے جتنے تھے سب وحشیانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُنکا زمانہ
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
قبیلوں کی کر دی تھی جسنے صفائی
کہیں تھا مویشی چرانے کا جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوے
خطا کار سے درگذر نے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا

عرب اور کل کائنات اُسکی یہ تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
سُلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
تو اُس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا
صدی جسمیں آدھی اُنہوں نے گنوائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے کا جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے کا جھگڑا
بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولے
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

قصہ کوتاہ جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہو کر دنیا میں عامۃ الناس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آتے ہیں اُنکے اندر ایک قسم کی آگ اور برقی طاقت ہوتی ہے جس سے مردہ روحیں زندہ ہو جاتی ہیں اور سوئی ہوئی استعدادیں جاگ پڑتی ہیں اور جو اُنکے ساتھ تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ دین و دنیا میں مظفر و منصور ہوتے ہیں اور جو اُنپر گرتے وہ چور چور ہو جاتے ہیں اور جن پر وہ گرتے ہیں اُنہیں وہ پیس ڈالتے ہیں۔ وہ خدا کی خواہشیں اور مجسم ارادے ہوتے ہیں جو اُن کے مزاحم اور سد راہ ہوتے ہیں وہ انجام کار ناکام رہکر کاٹے جاتے ہیں ایک وقت اُنپر ایسا آتا ہے کہ مخالفین کتّوں کی طرح اُنپر مسلط ہوتے ہیں اور اُنکے پیرو کاروں پر گوناگوں مصائب اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور سچّوں اور جھوٹوں میں اس کٹھالی کے ذریعہ سے تمحیص ہوتی رہتی ہے مگر خدا خود مامورین و مرسلین کی زندگی اور حمایت اور نصرت کا ذمہ وار اور نگران حال ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو فرعون اور اس کی افواج کی دھینگا دھینگی میں موسیٰؑ اور ہارونؑ دو بیکس اور کس مپرس شخص کچلے جاتے۔ اور آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء اکرامؑ اور اُنکی تعلیم اور کارگذاری کا آج پتہ نہ لگتا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ اس امر پر غور کرنے سے ہر ایک پر اظہر من الشمس ہو جاویگا کہ اللہ کریم نے آنحضرت صلعم کی جان کی حفاظت اور عزّ و شرف کا ذمہ شروع سے لیا ہوًا تھا اور فرمایا تھا کہ واللّٰہ یعصمک من الناس یعنی اللہ کریم تمہیں لوگوں کی دست درازی سے محفوظ رکھے گا پس اس امر کی تصدیق اس بیان سے ظاہر ہے کہ عرب جیسے وحشی ملک میں جہاں کُتّے کی نسبت آدمی کا مارنا آسان اور سہل ہے اور تھا۔ وہاں آپ قدیمی بت پرستوں کی عادات اور رسومات اور شرک وغیرہ کی بیخکنی کر رہے تھے اور کوئی پہرا اور حفاظت کے لئے گارد مقرر نہ تھی مگر کسی کو یارا اور حوصلہ نہ ہوًا کہ اُنکی جانپر حملہ آور ہو سکے یہاں تک کہ اگر بعض کینہ توز دشمن نے تلوار اُٹھائی تو وہیں اُسکا بازو بے حس ہو گیا اور وہ

نہ دست ہو گیا مگر برعکس اس کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جنکے زمانہ میں روم فارس اور مصر اسلام میں داخل ہو چکا تھا اور جزیرۃ العرب کفار اور بت پرستوں سے پاک ہو چکا تھا اور ہر جگہ اور ہر آن میں اسلام کی گونج سنائی دیتی تھی اور ان مذکورہ بالا اصحاب کرام کے ساتھ ہزاروں ہزار جرار سپاہی دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہوا کرتے تھے آخر مارنیوالوں نے ابوبکرؓ کو بھی شہید کر ہی دیا اور حضرت عمرؓ جیسے بیدار مغز اور پولیٹیکل مدبر کو بھی شہید کر ہی ڈالا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اسیطرح شہادت سے ہمکنار ہوئے عالم بقا ہوئے مگر اگر کوئی نہ مار سکا تو حضرت محمد صلعم کو نہ مار سکا اس کی وجہ یہی ہے کہ آپکی زندگی کا ذمہ اللہ پاک نے اُٹھایا ہوا تھا اور باوجودیکہ کوئی گارد اور پہرا اور سیاست حفاظت آپکے وجود باوجود کے اردگرد شامل نہیں ہوا کرتی تھی پھر بھی کسی دشمن دین کا وار نہ چل سکا بلکہ اللہ پاک ہر ایک منصوبہ اور شرارت کا علم قبل از وقت اُنہیں دیدیا کرتا تھا یہ بڑا زبردست ثبوت آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ہے جو دیگر فرق میں مفقود اور کافور ہے اگر صادقوں سے خدا سردمہری کرتا تو حق و باطل میں گڑبڑ پڑ جاتی اور دُنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔

آریوں کے پنڈت وایو۔ لالہ اگنی اور سوامی دیانند اور شنکر اچاریہ اور لالہ لیکھرام کی حفاظت اللہ پاک نے نہیں کی۔ وایو اور اگنی کا حال بیحال تو ہمیں کسی ذریعہ سے معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا انجام کیا ہوا مگر آخری تین نامبردہ اشخاص کا عبرت انگیز حال بیحال ہر ایک نیک و بد کو معلوم ہے۔ یعنی لالہ لیکھرام کی ذلیل موت کا حال تو بتفصیل لکھا گیا ہے مگر سوامی دیانند سرستی بھی کسی کے منصوبہ سے بُری طرح اپنی پاداش کو پراپت ہوئے اور پنڈت شنکر آچاریہ (جنہیں نہائت سینہ زوری سے دیانند جی نے خواہ نخواہ بودھ لکھ مارا ہے حالانکہ وہ بدقسمتی سے لوگوں کو ہمہ اوستی (ویدانتی) بنا تا بنا تا مر مٹا یعنی لالہ لیکھرام

کی طرح کسی کے ہاتھ سے ہلاک ہو کر باعث عبرت ہوا اور لوگوں کو اُنکے انجام بد سے ضرور بر ضرور عبرت لینی چاہیئے کیونکہ سوامی دیانند جی خود لکھ گئے ہیں کہ "جو پر میشور کو جاننے والے۔ دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رسان اشخاص سے دشمنی کریگا وہ ضرور برباد ہو گا" دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۳۷۳ - پس میرے صاحبو! لالہ لیکھرام اور پنڈت دیانند جی نے حضرت محمد صلعم سے سخت عداوت اور کینہ توزدشمنی کی اس لئے دنیا کے فیض رساں عظیم الشان شخص سے دشمنی کرکے ورطہ ہلاکت میں غرقاب ہو گئے اور لالہ لیکھرام جی نے کھلم کھلا فیصلہ مانگا اور دیالو کرپالو اور نیاو کاری قادر کرتار نے نہ صرف اس دشمن دین کو ہلاک کیا بلکہ اسکے مذہب کو بھی عقلاً فعلاً اور انصافاً دریا برد کر دیا اگر کوئی صاحب اس فیصلہ پر آمادہ پرخاش ہو اور تیوری چڑھائے تو کسی منصف سے اسکا تصفیہ کرلے ورنہ باطن اور اندر خانہ میں اُسے رفتہ رفتہ ایشور کے اس فیصلہ سے رنجیدہ خاطر ہو کر ناستک (دہریہ) ہونا پڑیگا اور جب وہ حضرت کرشن جی مہاراج کی یادگار کو دیکھے گا تو اُس کے نور اور صداقت کی جھلک کے سامنے برف کیطرح پگل جاویگا اور وہ یادگار اگرچہ فی الحال ہمارے دلوں اور کتابوں میں مرکوز اور مذکور ہے مگر عنقریب وہ وقت اللہ پاک لاویگا کہ اُسکا نقشہ اور صورت گذائی جسمانی طور سے بھی ظہور پذیر ہو گی فی الحال اس یادگار کیطرف دنیا کی توجہ میلان کرتے ہیں ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اور وہ تحریک یادگار حسب ذیل ہے۔

فتح اسلام اور یادگار اسلام

اور آئندہ نسلوں کے لئے زبردست نشان از مرسل یزدان و دیگر اہل اسلام

ہم لاہور کے معزز بلند منزلت عالی ہمت صاحب وجاہ وحشمت احمدی
صاحبان و دیگر اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے
شہر میں خدا تعالیٰ نے ایک زبردست نشان حضرت محبوب سبحانی حضرت
مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے۔ پس آئندہ نسلوں کے فائدہ
اور ہدایت کے لئے از بس ضروری ہے کہ اسلام کو جو اہل ہنود (آریہ مت
یعنی ویدک دھرم) پر کامل فتح نصیب ہوئی ہے اُس کی یادگار میں ایک
ستون یا اور کوئی مناسب پتھر نصب کر دیا جاوے جو عام گذرگاہ میں
نظر آوے اور ہر ایک نو وارد شہر لاہور کو اس عظیم الشان فتح اسلام کی اطلاع
اور تبلیغ ہوتی رہے اور اُس کے چاروں طرف وہ الہامات اور مباہلہ کی
عبارتیں بطور اختصار نقش ہوں جو مابین حضرت مرزا صاحب مسیح موعود
علیہ السلام و پنڈت لیکھرام وکیل ویدک دھرم طبع ہو کر شائع ہوئی تھیں۔
اور ان میں ایسے فقرات علی الخصوص درج ہوں۔ کہ "اے قادر کرتار تو ہم دونو
فریقین (وکیل اسلام و وکیل ویدک دھرم) میں حق و انصاف کا فیصلہ کر اور
جہالت اور تعصب اور جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے
حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ سب قدرت و انصاف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر
ویدک تعلیم اور اصول در بارہ ارواح مادہ اور عارضی نجات وغیرہ برحق ہیں تو اسکی مخالف
وکیل کا ناش ہو۔ اگر اسلامی عقائد اور قرآنی تعلیم منجانب اللہ ہی جسکے ماننے
اور عملدرآمد کئے بغیر انسان کو دائمی مکتی (نجات) نصیب نہ ہو گی تو اُس کے
مخالف اور منکر وکیل ویدک دھرم کا ناش ہو۔ کیونکہ صادق کی طرح کاذب
کبھی تیری درگاہ میں عزت نہیں پا سکتا" بعد ازاں نتیجہ اور فیصلہ جو دنیا کے حاکم
رب العلمین نے کیا اُس کو بھی لکھ دیا جاوے۔ حاصل کلام۔ مباہلہ
اور پیشگوئی در بارہ ہلاکت کاذب وکیل کے نقش بر سنگ ہو۔ کیونکہ جو عزت و شرف
خدا کے اس نشان نے اہل اسلام کو اہل وید پر عطا فرمایا ہے پہلے زمانہ میں

کبھی ایسا وقوع میں نہیں آیا اور نہ امید ہے کہ آریہ صاحبان کبھی اس سبق کو فراموش کر سکیں۔ اگر خدانخواستہ اہل وید کو اہل اسلام پر فتح ہو جاتی۔ تو یہ لوگ اس نشان سے بڑا فائدہ اُٹھاتے۔ پس نہایت ناشکری اور غفلت ہو گی اگر اس تازہ نشان کو آئندہ نسلوں کے لئے قائم نہ کیا جائے خدا کرے ایسا ہو کہ ہر ایک لاہور میں جانے والا فتح پوری کو دیکھ کر عبرت پکڑے اور فریقین کی اگر تصویریں بھی دکھائی جاویں تو عین معاملہ تازہ بتازہ نظر آوے گا۔ اور ہزارہا دلوں کو بغیر مباحثہ کے ہی رحیم کریم سرب سکتیمان کے قطعی فیصلہ پر اطمینان اور ایمان نصیب ہوتا رہے گا۔ اور دنیا کی زبردست یادگاروں میں سے ایک نرالی یادگار ہو گی۔ جس کے ذریعے سے مسیح موعودؑ کا چمکتا ہوا نشان اور بیس[3] کروڑ اہل ہنود پر کامل فتح کا نقارہ آئیوالی ترستی ہوئی اور حق وحکمت کی تشنہ نسلوں کے کانوں میں سنائی دیگا۔ اگر ہم لوگوں نے اس یادگار کو قائم نہ کیا تو کوئی آنے والی نسل اس ثواب عظیم کا حصہ لے گی انشاءاللہ جس صورت میں لارڈ لارنس صاحب فاتح پنجاب کی یادگار اور بت ایک قوم کی عزوشرف کا باعث ہے پھر وہ بہادر جس نے اسلام کی خاطر سینہ سپر ہو کر متعدد مقامات پر روحانی جنگوں میں بےنظیر فتوحات حاصل کی ہیں اور دنیا کے کناروں تک اُسکا نام نامی روشن ہے۔ کیا اُس کی یادگار[1] قائم نہیں ہونی چاہیئے؟ دنیا میں جو صرف نام و ننگ

سلہ حاشیہ۔ آریہ صاحبان ایسی یادگار کسی صورت میں قائم نہیں کر سکتے کیونکہ اسمیں اُنکی رسوائی ہے۔ لیکن اسمیں اسلام کی سراسر عزت افزائی ہے۔ جبتک دنیا ہے اور لیکھرام کی تحریر پر از تزویر دنیا میں موجود ہے یہی یادگار اُسکا جواب باصواب ہے بلکہ تمام آریہ قوم کیلئے سرمہ چشم ہے اور اسلام کی صداقت پر یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ یا تو آریہ صاحبان اس یادگار کی چمک دمک سے پگلتے جاویں گے اور اسلام میں داخل ہوتے جاویں گے۔ یا پرمیشر کو بے انصاف اور ظالم قرار دیکر بے ایمان ہو جاویں گے اور ناستک کہلائیں گے۔ اگر معاملہ دگرگوں ہوتا یا مساوات میں فیصلہ ہوتا م

[3] تو بھی ان لوگوں نے جو کرنا تھا وہ ہر ایک پر ظاہر ہے مگر اب تو ہمارا اکبر حق ثابت ہو گیا اور وہ ہمارے مدیون ہیں باوجود مدیون ہونے کے شوخ ہیں اور مُنہ پر چڑھتے ہیں اور باوجود جھوٹے ہونیکے آریہ مسافر کی یادگار قائم کر رکھی ہے۔ منہ

اور دنیا طلبی کے لیئے کارنمایاں دکھاتے ہیں انکی یادگاریں جگہ جگہ دیکھی جاتی ہیں۔ پھر وہ شحنۂ حق جس نے بیس۲۰ کروڑ اہل ہنود کو یک تخت شکست دیکر اُنکے اصول اور عقائد کو باطل کر دیا ہے اس بات کا ضرور ہی مستحق ہے کہ اس کی زبردست یادگار قائم ہو۔ اور ضرور ہو ع گر قبول افتد زہے عز و شرف! ورنہ رسالہ ہذا ہیں تو یہ یادگار انشاءاللہ ابد تک رہے گی۔

معزز بلند منزلت عالی ہمت عقلمندوں کے روبرو زیادہ طوالت کی ضرورت نہیں وہ اس نیک تحریک کی ضرورت اور ثمرات اور نیک نتائج سے خوب واقف ہو سکتے ہیں۔ اور اس صدقہ جاریہ کے پُرتاثیر انجام سے ناآشنا نہیں۔

المعین خاکسار

ماسٹر عبد الرحمٰن از قادیان

پیشتر اس کے کہ ہم رسالہ ہذا کو ختم کریں۔ اتنا عرض کر دینا بطور اعادہ کلام کے بیجا نہ ہوگا کہ جس طرح ہمنے ثابت کیا ہے کہ دنیا کے تختہ پر آج کے روز کوئی ایسا آریہ نہیں جو اپنے مذہبی فرائض کو حسب فرمودہ دیانند سرستی ادا کرکے ایماندار کہلا سکے (دیکھو اختیار الاسلام حصہ دوم) اسی طرح یہ بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ تناسخ کا مسئلہ محض ظنیات پر مبنی ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ دو۲ ہزار برس پہلے وہ کن جونوں میں سرگردان تھا۔ ہاں اگلے روز سنا گیا تھا کہ ایک جوان شخص اور جوان لڑکی نے کہا کہ "ہم گذشتہ جنم میں دونوں شودر تھے اور عہد یہ کر لیا تھا کہ جب ہم پھر انسانی جامہ پہنیں گے تو آپس میں دونوں شادی کر لیں گے۔ اور نیز کہا کہ اتنا عہد تو یاد آگیا مگر باقی سرگزشت اور حادثات حافظہ سے اُتر گئے ہیں"۔ مگر اسپر اعتراض تو یہ ہے کہ کیوں جوانی میں اُنکو یہ عہد یاد آیا۔ اور اگر عہد کیا تھا تو کیا انہی کا اخیر کا عہد ازبس ضروری تھا۔ وید گپنتھ کی بابت اور کچھ جو نیک اوصاف اور اعمال صالحہ سے وابستہ ہے

وہ کیوں یاد نہیں رہا؟ اور نیز یہ بھی ہمیں شک ہے کہ وہ لاکھوں بلکہ کروڑوں برسوں کُتّے بلیاں بنتے بناتے کیوں ایک ہی محلے اور ایک ہی شہر اور ایک ہی ضلع سے جُدا نہیں ہوئے؟ قصہ کوتاہ یہ ہے شیطانی حرکت ہے نہ کہ ویدک دھرم کی برکت۔ اسی طرح ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ یہ وہم کہ نیوگ سے ہندو اور آریہ لوگ مردم شماری میں دوسروں سے بڑھ جاوینگے کیونکہ ایک استری گیارہ جوانمردوں سے مضبوط اور صحیح سلامت.... حاصل کرکے مضبوط اور کثیر اولاد پیدا کر سکتی ہے سو یہ سب غلط ہے کیونکہ مردم شماری ۱۹۰۱ء کے تجربہ نے مثل سابق اس خیال باطل کو طشت از بام کردیا ہے اور ہندو مردم شماری میں نمایاں کوتاہی اور قلت اور ذلت ظہور پذیر ہوئی ہے اور نیز ایک بڑے آدمی کا نیوگ کرا کر اپنی استری سے ہاتھ دھو بیٹھنا اور بعد از وقت بے فائدہ واویلا کرنا اور سرستی کو بُرا بھلا کہنا اور اکثر تیز فہم مہاشیوں کا نیوگ کے نقصان سے خبردار ہو کر اس سے دست بردار ہونا اور اپنی قلم اور زبان سے نیوگ پر لعنت بھیجنا اور دیانند کے حق میں کچھ کا کچھ بعد از وقت کہنا اور بہتوں کا نیوگ سے بعد تجربہ ارتداد کرنا اور توبہ نامے لکھ کر بھیجنا اور اپنی قوم با نوم کو اس شرمناک فعل سے روکنا اور پرماتما کا واسطہ ڈالکر اس بدفعلی کو مذموم مشتہر کرنا اور برا کہنا اور لاہور میں لالہ ہنسراج جی پرنسپل صاحب جیسے مہاتما بزرگوں کا نیوگ اور دیانند جی کی غلطی اور افترا پر واویلا مچانا اور نیوگ کے برخلاف لیکچر دینا اس امر کے مقتضی ہیں کہ اب سوامی کو سوامی نہ کہیں اور اُنکو دوسرے صدہا پنڈتوں سے کوئی خاص فضیلت کا لقب نہ دیں کیونکہ اُنہوں نے قوم کی عزّ و شرف پر پیٹ بھر کر ہاتھ صاف کرلیا ہے اور پُرانے جنم کی کسر نکال لی ہے. اسی طرح اب بقول دیانند آریو نپر کوئی فرض نہیں رہا کہ مردے کو نہ جلاویں جبتک کہ مردے کے وزن کے برابر گھی اور کستوری.... وغیرہ وغیرہ دو سو روپیہ کا زر کثیر مہیا نہ ہولے۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸ - ۶۲۹)
اور دیانند کی اس رکیک تاویل کے پیچھے نہ پڑیں۔ کہ وید میں جو اگنی سے دعا مانگی
گئی ہے اُس سے مراد آگ نہیں بلکہ ایشور (خدا) ہے کیونکہ ایشور بھی نورِ کُل اور
چمکیلا ہے۔ اور نیز سورج سے جو دعا مانگی گئی ہے اس سے بھی یہ سورج مراد نہیں
بلکہ ایشور ہے۔ ناظرین! یہ سب غلط ہے کیونکہ ایتوار سوموار وغیرہ کے سنسکرت
زبان کے قدیمی نام جیسے کہ ہدیہ ناظرین ہو چکے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ ایتوار (سورج) کا
دن ہے جب سورج کی پوجا ہوتی تھی جسکا اصل ادِتوار ہے اور چندوار (چاند کا
دن) چاند کی پرستش کا مظہر ہے۔ اور کروڑوں باشندگان متھرا ہردوار
قنوج بنارس۔ ان معانی اور رسومات کے زندہ گواہ موجود ہیں اور نیز دیانند کے
اس قول پر کہ جو کوئی اپنے دھرم پر قائم نہ رہے اُسکو راجا کی طرف سے لازماً سزاء
دیجاوے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳) لعنت بھیجیں کہ وہ بزور شمشیر دھرم پر
لوگوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور نیز انکے اس قول کو مردود سمجھیں کہ جو کوئی وید
کو (صرف) بُرا بھی سمجھے یا کم از کم وید کے موافق عابد لوگوں کی تصانیف کی
بھی تحقیر کرے (یعنی ستیارتھ کی) تو اُس کی سزا یہ ہے کہ اُسکو جلاوطن کرکے
ملک سے نکالدینا چاہیئے۔ ستیارتھ صفحہ ۶۱۔ اور نیز اُن کے اس قول سے پرہیز
کریں کہ گذشتہ جنم کی باتیں کچھ کچھ یاد آجاتی ہیں اور کچھ نہیں بھی آتیں۔ اور نیز
انکے کہنے پر ایشور کو اس الزام سے بھی ملزم نہ کریں کہ ایشور انسانی جون کے سارے
علوم و فنون اور ویدک خزانہ اور تجارب کو ضبط کرلیتا ہے اور دوسرے جنم میں
دوسرے روز پھر جاہل مطلق پیدا کردیتا ہے اور اُس بیچارے بیمار نیم جان کو از سر نو
اُنہی کٹھن منزلوں کو پھر دوبارہ طے کرنا پڑتا ہے اور کولہو کے بیل کی طرح سرگردان
رہتا ہے اور ایک غفلت یا بھول سے ایک چیونٹی کے کچلے جانیسے یا قطرۂ آب کو
پیکر چند ہزار کیڑوں کو ہلاک کر ڈالنے سے کروڑوں سال خبیث جنموں اور کیڑوں مکوڑوں
میں ذلیل زندگی بسر کرنی پڑتی تھی (امید نہیں کہ کوئی تماشہ کیڑے کی ہلاکت اور چیونٹی کی

بلبلاہٹ اور مظلومانہ شکایت سے بے قصور اور معصوم کو مگر اپنے عالم بقا ہوا ہو
اور مکتی کا سزاوار ٹھہرا ہو اور نیز خدا پر یہ افترا پردازی بھی جائز نہیں کہ سزا تو
وہ دیتا جاتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ کن بدکاریوں کی سزا دیجاتی ہے تاکہ روحیں
(جو چیتن ہیں) اُن ہلاکت گاہوں سے آگاہ ہو کر گناہوں کی نجات سے صحیح و
سلامت جانبر ہو سکیں اور اُس کی خدائی کے دائرہ کو تنگ کر دیں۔ اور نیز اُس
قدوس کی شان میں یہ کہنا بھی جائز نہیں معلوم ہوتا کہ سرگ میں روحیں انند
کرتی رہتی ہیں اور سارے گناہ دور اور کافور ہو جاتے ہیں مگر پرمیشور (نعوذ باللہ)
دیدہ و دانستہ ایک گناہ اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہے اور جب وہ روحیں اپنا پھل
پا لیتی ہیں تو پھر وہ مخفی گناہ پیش کر کے اپنے عدل و انصاف کے قیام کے لئے انہیں
بجبر سرگ سے کھینچ نکالتا ہے۔

اور نیز یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر کوئی دیانند کو برا بھلا کہے یا اُنکی افترا پردازیوں
کی قلعی کھولے تو چنداں خفا نہ ہوں کیونکہ آریہ سماج اُس پنڈت کو اپنا امام اور مقتداء تو ہرگز
نہیں سمجھتی اور اُسکا ہر قول اور فعل مستند نہیں کہا جاتا اور تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ
اُسپر عملدرآمد ہو سکتا ہے اور نہ سماج کسی شخص واحد کی اطاعت اور انقیاد کو جائز
سمجھتی ہے بلکہ اُسکا عملدرآمد تو ویدک پنتھ پر ہے اور نیز نہیں معلوم کہ انہوں نے
پانی پی پی کر کتنے کروڑ کیڑے مارے ہوں گے۔ اور کتنے کیڑے اور مکوڑے پاؤں
کے نیچے کچلے ہوں گے پھر ہمیں کیا معلوم کہ وہ اب کسی قابل عزت جون میں اوتار
لے کر خاص راج گدی پر مسند نشین ہوئے ہیں یا معاملہ دگرگوں ہے اور ناگفتہ
ہے میرے خیال میں آتا ہے کہ وہ اب سرگ میں تو ہرگز نہیں گئے کیونکہ مہا پرلے
کو سب لوگوں کے ساتھ انہیں ایک ہی تاریخ کو سرگ میں داخل ہونا پڑیگا۔
ہاں اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی ملک کے بادشاہ ہو گئے ہوں گے مگر یہ بھی غلط
اور خلاف واقعہ امر ہے کیونکہ کوئی ایسا ویدک دھرم پر پورا پورا چلنے والا مہاتما
آریہ چار سو سال کی عمر پانیوالا نظر نہیں آتا بلکہ تمام ملکوں کے بادشاہ عیسائی یا

مسلمان ہیں کوئی دھارمک آریہ ہرگز نہیں اگر کوئی کہے کہ راجا بن گئے ہوں گے تو
بھی غلط ہے کیونکہ بقول آریہ سماج کون ایسا مہاپُرش گذرا ہے کہ اوصاف حمیدہ
اور اعمال صالحہ میں اُنکا ہم پلہ اور رکیک تاویلوں اور نیوگ کو پیش کرنے والا گذرا ہو۔ کہ
وہ تو یورپ کے ممالک کو قابو میں لانیوالا ہو مگر دیانند کسی ریاست کا بے اختیار راجہ ہوا گر
کہو کہ ابھی بچے ہوں گے تو بھی غلط محض ہے کیونکہ اب اُنکو اوتار لئے ہوئے بتیس سال
سے زائد عرصہ گذر لیا اب تو ضرور کوئی دھرم پال اور دیو گندر پال دعوی کر بیٹھیں گے
کہ ہم ہی سوامی جی مہاراج ہیں۔ اگر ثبوت چاہو تو جواب میں سکوت لا یموت ہے

خاتمہ

اب ہم بفضلہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو ختم کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
ہر ایک فرد بشر کو اس سے مستفید کرے اور قوموں کے لئے یہ رسالہ ہدایت اور رحمت کا
موجب ہو۔ ہر ایک پڑھنے والے پر واضح ہو کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آریوں اور

---

[۱] اے پاک پروردگار تو ہماری غلطیوں سے درگذر فرما اور اپنے فضل و کرم سے حق کو
فروغ بخش اور باطل کا خانہ خراب کر۔ اے مالک و خالق ارض و سما تو اس آریہ ورت
پر رحم فرما۔ اس کے باشندوں مردوں عورتوں بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کی
آنکھیں کھول اور انکی تقصیریں معاف فرما اور اپنے فضل و کرم سے انہیں مالامال کر
کہ تیرے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تو آریوں ہندوؤں اور انکی عورتوں اور
بچوں پر رحم کر کہ آخر یہ تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں اگر تو ان پر رحم نہ فرمائے
اور تو ان کے دل نہ کھولے تو کون کھول سکتا ہے دیکھئے انسان عاجز اور ناتوان ہے
تیری دستگیری اور نظر رحمت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو اپنا فضل کر رحم کر اور وہ کر
جو تیری رحیم کریم مہربان بخشنہار ذات کے شایاں حال ہے۔ اے خالق ارض و سما
تو انکے اور انکے آباؤ اجداد کے گناہ معاف فرما۔ یہ تیرے ہیں اور تیری زمین پر رہتے ہیں اور تیرا دیا کھاتے پیتے ہیں۔
پس جسطرح تو نے ظاہری اور جسمانی اسباب سے انہیں متمتع فرمایا ہے باطنی فیوض اور برکات اور روحانی آب حیات سے بھی

سکھوں اور دیگر مذاہب باطلہ میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ بلکہ ہر ایک فرقہ میں نیک و بد ہوتے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنی اپنی بعض صداقتوں کے لئے کم و بیش دلائل رکھتا ہے۔ لیکن اسلام کے مقابلہ میں دیگر مذاہب اپنی دولت صداقت میں ایسے نادار ہیں جیسے کہ بادشاہ کے مقابلہ میں ایک کنگال شودر ہے گو بادشاہ کے پاس بھی سونا اور چاندی کے ہزار ہا زیورات اور روپے موجود ہیں۔ لیکن ایک چوڑہا بھی کہتا ہے کہ میرے پاس بھی چاندی کی دوّنی موجود ہے۔ پس ناظرین اس رسالہ کے مطالعہ کرتے وقت اس امر کو مدنظر رکھیں کہ کثرت تعداد دلائل کس فرقہ کے ساتھ ہیں اور روحانی کمالات تائیدات الٰہیہ اور آیات بیّنات کس فرقہ کے شامل حال ہیں۔ اور خدا کی نصرت تائید اور زندہ نشانات کن لوگوں میں نمودار ہیں۔ کیونکہ سچ بولنا جھوٹ سے پرہیز کرنا اور زنا شراب وغیرہ کے ارتکاب سے بکلی کنارہ کشی کرنا تمام فرق مخالف کے نزدیک مسلم نیکیاں ہیں۔ اور کسی کو انکی حقانیت میں کلام نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ عملی کارروائی اور مذہب کے اصول پر عملدر آمد کر کے ابتدائی زمانہ کے بزرگوں کے صفات اُوصاف سے موصوف ہونا اور چال چلن اور نیک سلوک میں شہرہ آفاق ہونا کن لوگوں میں نمودار ہے اور فضائل کا اکتساب اور رذائل سے اجتناب کن لوگوں میں دستیاب ہے۔ کیونکہ اکثر آریوں کا یہ وطیرہ ہوگیا ہے کہ بدزبانی۔ توہین آمیز کلمات خبیثہ اور ناپاک بدبودار الفاظ کا استعمال کرنا۔ ان میں سے بہتوں کا پیشہ ہوگیا ہے اسی کو وہ کمال سمجھتے ہیں۔ سو بھائیو! عیب گیری اور تجسس میں کمال پیدا کرنا کوئی کمال نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ ہمارے مذہب میں کونسی اعلیٰ خوبیاں اور اسرار عجیب و غریب ہیں جو دوسروں میں مفقود و معدوم محض ہیں۔ ایک بچہ بھی بطور گفتن کسی عظیم الشان عمارت کا عیب نکال سکتا ہے اور بیہودہ بکواس کر سکتا ہے لیکن کمال اور لیاقت اس میں

متحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ کمال اس میں ہے کہ اپنا ذاتی کسب بطور نمونہ پیش کیا جاوے یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام جلسہ دھرم مہوتسو میں قرآنی خوبیوں اور کمالات کے بیان کرنے میں سب آریوں برہموؤں عیسائیوں اور سکھوں پر فوق لے گئے تھے اُس سال ۱۸۹۶ء سے لیکر آجتک پھر قرآنی اور ویدک تعلیم کی خوبیوں اور کمالات کے بیان کرنے میں کبھی آریوں اور دیگر فرق مخالف نے مرزا صاحب موصوف کیطرف رُخ بھی نہیں کیا اور نہ وہ کریں گے خواہ کوئی اُنہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ ہاں عیب گیری جو رذالت طبع اور کمینگی ہے اُسمیں ان لوگوں نے دوسروں کو مات کردیا ہے۔ گو اپنے گھر سے (وید) بیخبر اور نادار محض ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر ایک چیز اور کتاب میں جو حق ہے اُسکو قبول کرلے اور جو باطل ہے اُسکو ترک کردے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر لالہ گوکندر پال پیڑہ رام تولہ رام وغیرہ وغیرہ درحقیقت وید پر تعشق سے قربان ہوئے جاتے ہیں تو بہتر ہے کہ پھر لاہور میں ایک جلسہ کرکے مرزا صاحب کے اُس مضمون کا مقابلہ خاص وید سے مستخرج مضمون سے کریں اور دکھائیں کہ علمی عملی اور روحانی کمالات اور استحصال وسائل معرفت (گیان) پر وید نے کیا کہا ہے اگر اُس مضمون کا جو ۱۸۹۶ء کو جلسہ دھرم مہوتسو میں سنایا گیا تھا مثل نہیں لا سکتے (اور ہرگز نہیں لاسکیں گے) تو یہ داغ ہر زمانہ میں آپ لوگوں کی پیشانی پر نمودار ہوگا۔

آخری التماس

اے میری قوم! میری عرض داشت کو متوجہ ہو کر سن۔ ہر ایک فرد بشر کو اس دار فانی سے گذر جانا ہے[1] اور نیک اعمال کے سوائے کوئی جاہ وحشمت اور تعلقدار ساتھ نہیں جاوینگے

حاشیہ: [1] آج سے پچاس سال بعد غالباً ہم میں کوئی بھی اس صفحہ روزگار پر نہ ہوگا اور آج کل کے جوان بوڑھے ہو کر دنیا سے گذر جاویں گے جیسے کہ آجسے پچاس سال گذشتہ کے جوان گذر گئے فرض کرلو کہ ہم نے آج دُنیا کی ساری نعمتیں اور عیش و آرام اور بغض و کینہ کو سرانجام کیا ہے پھر آخر کیا ہوگا آخر وہ تمام بچے والدین اور عزیز و اقربا جنکی خاطر اور خوشنودی کیلئے حق اور انصاف کو ترک کیا ہے وہ ہم سے بیجبر الگ کئے جاوینگے اور کوئی نہیں کہ موت کو ٹال دے اور کوئی مادری پدری شفقت اُس نازک وقت میں کام نہ آویگی پھر کیوں

پس جس صورت میں والدین اور دیگر عزیزوں کی ہمدردی اور دلسوزی چند سال تک
ختم ہے پھر وہ پرماتما جسکے ہاتھ میں ہر ایک ذرہ ہے اُسکی خاطر اگر والدین اور ہر ایک چیز
عزیز کو ترک کرنا پڑے تو اُس کو ترک کرکے رضا الٰہی کو مقدم رکھو۔ لیکن اگر وے راہ حق
یعنی اسلام کے قبول کرنے اور عبادت الٰہی کے اندر مصروف ہونیمیں مزاحم اور سدِّ راہ نہ ہوں
تو بے شک اُنکے ساتھ نیک سلوک مرتے دم تک کرو کہ اُنہوں نے بچپن میں تمہاری خاطر
صدہا دکھ اُٹھائے۔

لیکن اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب وہی سچا ہے اور اسی کی اصول
برحق ہیں جن پر اگر کوئی آج عملدرآمد کرے تو انہی برکات اور فیوض کا منبع اور سرچشمہ
ہو جاوے اور وحی و الہام سے مشرف ہو کہ اسی حقیقی عرفان اور گیان کا مرتبہ حاصل
ہو جاوے۔ جو ابتداء زمانہ میں کسی خاص مذہب کے پیروؤں کے شامل حال برکتیں اور
عرفان اور گیان وغیرہ تھے۔ اگر ابتداء زمانہ میں الہام گمراہی کے لئے تریاق کا حکم
رکھتا تھا تو اب جبکہ گمراہی بکثرت ہے کیوں الہام اور وحی کی ضرورت نہیں۔
اگر ایک شودر اور ایک آریہ دونوں خدا کی درگاہ میں یکساں ہیں اور وہ پرماتما
اظہار خوشنودی کسی ایک پر بھی نہیں کرتا تو پھر دونوں میں فرق کیا ہے زبانی
دلائل اور لاف گزاف سے بھی کوئی قائل نہیں ہو سکتا۔ دیانند جی لکھتے ہیں
کہ جو باتیں سلسلہ کائنات (اور نیچر یعنی قانون قدرت جاریہ) میں روز بروز مشاہدہ
میں آرہی ہیں وہی حق ہیں اور جو اُنسے اتفاق نہیں رکھتیں وہ محض جھوٹ اور باطل ہیں

[illegible]

اُس رب اور ایشور کو تعصب اور جور و ستم کے زیر اثر ہو کر فراموش کیا جاوے اور حق
کی تلاش میں اپنی عمر کے عزیز حصہ میں سے کچھ صرف نہ کیا جاوے۔ نہایت ٹھنڈے دل سے
مسائل دینیہ پر غور کرنا چاہیئے۔ تیزی تندی اور غضب کے ماتحت ہو کر آخرت کے سودے
کی پڑتال نہیں کرنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ نکما حال ہو کر اس جہان سے گذر جاؤ اور پھر
سوائے افسوس اور عذاب الٰہی کے اور کوئی چارہ جوئی نہ ہو گی۔ یہ خیال خام ترک کر دو کہ کئی
چند کروڑ برس کے بعد مختلف ادنیٰ جانوروں کی جونوں میں تباہ و خستہ حال ہو کر پھر آریہ میں آجاؤ

دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی ملک مثلاً ہندوستان میں اگر کوئی حاکم یا
گورنر نافرمان اور سرکش ہو جاوے یا سرکاری احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرکے
رعایا کو ورطہ ضلالت اور ہلاکت میں مبتلا کرکے گورنمنٹ عالیہ کا مخالف اور
دشمن بنا دے تو گورنمنٹ عالیہ ایک اور حاکم کو بھیجکر ان خرابیوں کو دور کر دیتی
ہے اور لوگوں کو جادہ راستی اور اطاعت اور انقیاد کیطرف راغب کرکے
انہیں انعام واکرام سے بہرہ ور کرتی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ بادشاہ جاہل
مطلق خواب خرگوش میں سوتا رہے اور رعایا کشت و خون میں لہو لہان ہو جاوے
پس جس صورت میں سلطنت انگلشیہ ان امور کی خرابیوں اور بد انتظامیوں
سے ہر وقت اور ہر آن میں چوکنی اور ہوشیار خبردار رہکر اصلاح اور ترقی اور
بہبودی خلائق میں ہر وقت کوشاں اور مستعد ہے تو پھر پرمیشور کی نسبت
یہ خیال کرنا کہ ہزارہا سال سے ویدک دھرم نیست و نابود ہو گیا اور رعایا یعنی
مخلوقات ایشور سے باغی اور احکام الٰہی کی تعمیل سے روگردان ہو گئی اور آریہ ورت
میں ماتنگی۔ بیج مارگی۔ وام مارگی وغیرہ ہزارہا فرقہ پیدا ہو گئے اور فرج اور
ذکر کی پرستش اور بول و براز کے اکل و شرب کو باعث نجات یقین کر بیٹھے
مگر اس سنگدل پرمیشور کو بقول آریہ صاحبان یہ خیال نہ آیا کہ کسی نیک نہاد آریہ کو
وید کی تعلیم اور الہام و کلام سے بہرہ ور کرکے دنیا کو ناگفتہ بہ ضلالتوں اور
نجاستوں سے رہائی کلی دے کیا کوئی دانشمند علیم کل پرمیشور کی نسبت یہ
گمان کر سکتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ تماشا دیکھے اور تمام روئے زمین کو
ورطہ ضلالت پر ہلاکت میں مبتلا دیکھکر خاموش بیٹھا رہے۔ جس صورت میں
اسکے پیدا کردہ ادنیٰ ترین حاکم ایسی بد انتظامی کے دفعیے کے لئے رات کو سونا
پسند نہیں کرتے تا وقتیکہ جور و ستم کو معدوم محض نہ کر دیں پھر اس رب العالمین
کی نسبت یہ گمان بد کرنا کہ وہ پانچ ہزار برس سے مخلوقات کو گمراہ دیکھ کر تماشا
دیکھتا رہا نہائت درجہ کی جہالت ضلالت اور صریح نادانی ہے ایک ادنیٰ درجہ
کی عقل والا باغبان جب دیکھتا ہے کہ چند پودے سوکھنے پر آئے ہیں اور

نشو و نما اُن سے مفقود ہوتا جاتا ہے تو پھر وہ آب حیات سے انہیں زندگی بخشتا ہے
لیکن آریہ ورت کے مالک خالق نے بقول آریہ صاحبان مہابھارت کی جنگ کے بعد
سے آجتک تمام روئے زمین کے روحانی پودوں کو کملاتے اور جڑ سے اکھڑتے
اور نشو و نما سے بکلی محروم ہوتے دیکھا اور کروڑوں مہاشہ مردوں اور عورتوں کو
بُت پرستی کی نجاست خوری اور لنگ پرستی مورتی پوجا۔ بھیرم چکر۔ وغیرہ میں غلطان
اور سرگردان ہوتے دیکھا اور ہزاروں شریف اور نیک طینت خاندانی
عورتوں کو کاشی۔ ہردوار۔ گیا۔ متھرا۔ کوٹ کانگڑا وغیرہ میں۔ ننگ و ناموس سے
ہاتھ دھوتے دیکھا اور کروڑوں بدعتوں اور گمراہیوں کے طوفان کو آریہ ورت
میں برپا ہوتے دیکھا مگر اُسنے کوئی علاج اور حفاظت کا سامان مہیا نہ کیا۔ بھلا
جسکا بچہ بیمار ہوجاتا ہے تو کیا وہ اُس کی خبر نہیں لیتا۔ اور اُسے اُسکا معالجہ
نہیں کرنا چاہیئے کیا اُس کو اُسکے حال بے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ خود بخود
اپنی عقل و فکر سے کام لے کر اپنا علاج خود بخود کرلے گا اور خود ہی تریاقی نسخہ جات
وید کے ناقابل برداشت پستک سے نکال کر اپنی عوارض سے شفایاب ہو جاویگا
اگر یہ صورت برحق تھی اور دنیا خود بخود ویدک پستک سے آپ ہی گمراہی اور
ہر ایک قسم کی ناپاکیوں اور بے باکیوں سے مبرا ہو سکتی تھی۔ تو کیوں اُس نے
مہابھارت کی جنگ سے لیکر آجتک اپنا علاج آپ نہ کرلیا۔ کیا پرمیشر کو دنیا
کے کروڑوں جیو اور بھولے بھالے اور ناسمجھ جاندار مخلوق کیساتھ اتنا پیار

حاشیہ

لہ اگر کوئی پنڈت مثل پنڈت لیکھرام سوامی دیانندجی اور شنکراچاریہ
ویدک دھرم کو عروج بھی دینے لگا تو جھٹ اُس کا گلا گھونٹ دیا اور
اُس کی ذرا امداد اور دستگیری ہی نہ کی۔ کیا پرمیشور کو ویدک دھرم سے
بھی محبت رحم نصرت اور ہمدردی ہے؟ بلکہ ویدک دھرم پر یہ مثل
صادق آتی ہے کہ کبھو نہ دیکھا ظالم کا کھیت پھلتا پھولتا" منہ
اگر اس ضرب المثل کو دنیا غلطی سے استعمال کرتی ہے اور ہندو و مسلمان مرد او رعورتیں اور لڑکے اس سے

نہیں جتنا کہ اب باپ یا ماں کو اپنے بچہ سے محبت اور اُنس کا تعلق ہوتا ہے بقول لالہ دیانند سرتی پرمیشر کا نام ماتا پتا رکھا ہوا ہے لیکن جو سلوک ماتا پتا ایشور نے آریہ لوگوں سے کیا ہے وہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہووے آمین۔

جس صورت میں رحمان اور رحیم کریم رب العالمین سورج چاند اور اکل و شرب کے سامان جو جسمانی نشو و نما کے لیے از بس ضروری اور لابدی ہیں انھیں ہمیشہ ہر آن اور ہر لحظہ میں یکساں مہیا رکھتا ہے تو پھر روحانی پہلو کیطرف سے یہ گمان کیا جاوے کہ اُس نے جسم کی پرورش کا انتظام تو خوب کیا ہے مگر روحانی طور سے دنیا کو مرزہ رہنے دیا یہ کس قدر بیباکی اور ناسپاسی ہے اور کسقدر رب پر بدظنی ہے۔ جس صورت میں عین خشک سالی اور قحط کے وقت وہ رحیم کریم بارش بھیجکر دنیا کی خبر لیتا اور پرورش کرتا ہے اُسیطرح گمراہیوں اور بدعتوں کے طوفان بے تمیزی کے وقت ضرور اپنی سنت مستمرہ کے موافق صداقت کا آفتاب چڑھاتا ہے۔

اسلام چونکہ زندہ مذہب ہے اسکی زندگی کے لیے ہر صدی میں مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوں گے مگر آریوں کو یہ بات ناگوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑوں بنی نوع انسان باشندگان ہند میں کوئی کامل آریہ آجکل موجود نہیں گویا ویدک دھرم مرگیا ہے (جیسے سنسکرت زبان مرگئی ہے) ٭۔ مگر اسلام میں ہزاروں نیک

٭ حاشیہ سوامی دیانند کا یہ فرمان کہ ۴۰۰ سال کی عمر حاصل کرو بالکل غلط ہے کیونکہ زمانہ قدیم کے آریہ راجاؤں کی جو فہرست اور شجرہ نسب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰ میں دیا ہوا ہے اُن میں سے کسی آریہ نے یہی چار سو سال بلکہ دو سو سال بھی بادشاہی نہیں کی پھر کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی آج کل کے آریوں کیطرح پورے آریہ نہ تھے اور دین و ایمان سے بے بہرہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ خدا کی قدرت ہے کہ جب کسی احمدی نے یہاں کے پنڈت سے پوچھا کہ چار سو سال کی عمر ایماندار آریہ پاسکتا ہے اُسنے کہا نہیں پھر دوسرے مہاشہ نے کہا کہ اگر ستیارتھ میں ایسا ہی لکھا ہے تو بیشک سچ ہے مگر دوسرے پنڈت نے کہا کہ اس کا اور مطلب ہوگا یہ بات نہیں ہوسکتی آخر جب کتاب پیش کیگئی تو جھوٹی توجیہ اور من گھڑت دلیلیں پیش کرنے لگے حالانکہ پہلے اسے رد کرتے تھے ہی

مسلمان موجود ہیں اور احکام الٰہی کے پابند ہیں اور ہر ملک بلکہ نہات اور امصار
میں اسلام کی زندگی گونج رہی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اس باغ اسلام کا مالی خبردار
اور ہوشیار ہے اور ہر ایک موسم اور بہار میں مناسب احتیاطیں اور حفظ ماتقدم
کے طور پر صدہا تجویزیں عمل میں لاتا ہے لیکن آریہ مت اور دیگر مذاہب باطلہ کا باغ
خشک ہو گیا ہے اور اس کے مالی نے کوئی خبر گیری نہیں کی یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰ سال
کی عمر کا پانا * جو اعلیٰ درجہ کے برہمچاری آریہ کے لیے فرض ہے محال ہے اور وید شاستر
کا ماہر ہو کر ایشور کے احکام سے خبردار ہو کر الٰہی منہیات اور مرضیات سے سماجیوں کو
افعال بد اور اعمال صالحہ سے واقف کرنا آجکل امر محال ہو رہا ہے پس نہ وید آریوں
نے سارا دیکھا ہے اور نہ اسکی احکام کی تعمیل کر سکتے ہیں کیونکہ جس صورت میں انھیں
معلوم ہی نہیں کہ آخری حصہ وید میں کیا امور کردنی اور ناکردنی ہیں پھر ہم کیونکر کہہ
سکیں کہ کوئی بچا آریہ با عمل موجود ہے۔ بلکہ موجودہ ستیارتھ پرکاش کے اصول
شائع شدہ کے موافق بھی کوئی آریہ نہیں چنانچہ ہم اس امر کو بتصریح پیشتر بیان
کر آئے ہیں۔ پس کسی کامل آریہ کا نہ ہونا اور کسی عیسائی ایماندار کا ایمان کے ذریعہ
سے پہاڑ کو چلا نہ سکنا اور زہر کا پیالہ پیکر صحیح سلامت نہ رہ سکنا اس امر کو بوضاحت
تام ظاہر کر رہا ہے کہ سب مذاہب سوائے اسلام کے مردہ ہیں اور تمام پودے ان کے
باغ کے مرجھا گئے ہیں اور انکی آبپاشی نہیں کی گئی پس آریوں کا یہ کہنا کہ ابتدا
میں جب انسانی طبیعتیں اور دماغ اعلے درجہ کے تہذیب کو نہ پہونچے ہوئے تھے
اسی وقت ویدک پستک کا طومار انکی گردن پر رکھنا انصاف سے بالکل غلط ہے

* بعض کوتاہ اندیش آریہ بھاشے کہتے ہیں کہ سنسکرت میں الہام نازل ہونا چاہیے نہیں کوئی
حاشا سمجھا دے کہ مردہ زبان میں الہام نازل کر کے دنیا کو گمراہ کرنا سلسلہ تناسخ کا طول دینا مدنظر ہوگا
یا یہ مدنیتی ہوگی کہ ویدک پستک کیطرح الہام مخفی اور روپوش رہے اور نیک ہو کر چار پائے کم نہ ہو جاویں۔
الہامی کتاب عربی میں ہونی ضروری ہے کیونکہ یہ بڑی وسیع اور ام الالسنہ زبان ہے لکھا ہے کہ بعض اشیائے نام
ہزار ہزار الفاظ سے تعبیر کیے گئے ہیں یہ اسلیے ہو کہ عرب کے لوگ کلام الٰہی کو خوب شرح اور مفصل طور سے کسی

بلکہ انصاف یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوا اُس وقت کی خوراک اور لباس عالم شباب کے
لباس اور خوراک سے مختلف ہونی چاہییں یہ جائز نہیں کہ ننھے بچہ کو کوٹ پتلون
پہنا دیا جاوے جو وقت ایک پتلون کی ایک پہلو میں اُس کا سارا جسم سما سکتا ہے
اسی طرح شروع دنیا میں فوق الطاقت وید کی پستک کا بوجھ اُٹھوا دینا یا بجائے
ایک چھٹانک غذا کے پانچ من اناج کھلوانے کی سعی کرنا یا گرانا خدو رجہ کی بیبا کی
اور جہالت سب پر عیاں اور خارج از بیان ہے۔ حق یہ ہے کہ ہر صدی میں کوئی
نہ کوئی مصلح آنا چاہیے اور ہر کالمہ اور الہام الٰہی سے ہر زمانہ میں نیک انسانوں کو
مشرف ہونا چاہیے جیسے کہ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اسمیں کوئی انصاف
سے بعید بات نہیں بلکہ بعید از عقل و انصاف یہ بات ہے کہ ایک بچہ کو وید کی
پُستک کا مکلف بنایا جاوے حالانکہ اُسے مختصر ہدایت نامہ درکار ہے جو
فی الواقعہ اس تودہ طوفان کی برداشت سے لاچار ہے +
معزز بلند منزلت دانشمندوں کے روبرو زیادہ طوالت کی حاجت نہیں

اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا و ما فی صدورنا و نستغفرک سبعین مرۃ واغفر لنا ذنوبنا وارحم وانت خیر الراحمین

سچے مذہب کی شناخت

یکم اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو تین آریہ صاحبان حضرت اقدس کی زیارت کے لیے حاضر خدمت
ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل جو آریہ سماج کا جلسہ ہوگا اسمیں کوئی ایسا صاحب بھی آیا
ہے جو سنسکرت کا عالم فاضل ہو اور وید پڑھا ہوا ہو۔ آریہ صاحب نے کہا کہ ابھی
تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا لیکن کل ۲ اپریل کو اپدیشک آویں گے (یہ نہیں کہا
کہ وید کا عالم اور سنسکرت کا فاضل آوے گا) +
پھر آپ نے فرمایا کہ سچا مذہب وہ ہوتا ہے جسمیں روحانیت اور کشش ہو

اس کے بغیر کوئی مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک یہ امر کسی مذہب میں نہ ہو اس کا قیام ایسا ہوتا ہے جیسے ایک بیج پتھر پر ڈالا جاتا ہے جو بہت جلد نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ ذرا سی آندھی چلی اور خاک اُڑی اور بیج گیا بیج نرم زمین میں ہو اور اس کی آبپاشی اخلاق فاضلہ سے کی گئی ہو تب بات بنے +

زبان کی تیزی اور لاف و گزاف کچھ حقیقت نہیں رکھتیں +

بیشک آجکل مذاہب کی کشتی (دنگل) ہو رہی ہے حتیٰ کہ یہودی بھی اپنے مذہب کی اشاعت میں کوشاں ہیں اور بدھ مت والے بھی۔ لیکن آخر میں غلبہ اسی کو ہوتا ہے جسمیں کوئی ایسا شخص ہو جو خدا سے قوت اور طاقت پا کر آوے اور اسمیں مقناطیسی کشش ہو۔ اور وہ ایک انجن کی طرح ہوتا ہے دیکھو جسطرح گاڑیاں بغیر انجن کے چل نہیں سکتیں اسی طرح کوئی مذہب بھی چل نہیں سکتا جو قوم کے لیے انجن کا قائمقام ہو۔ بہت کم ہیں جو اپنے نفس کا مطالعہ کرتے ہیں جو مذہب کی علت غائی ہے صرف دوسرونکو سب و شتم سے یاد کرنا اور نکتہ چینی اپنا رویہ بنا لینا اور بات ہے لیکن اصلاح نفس اور مختلف اقسام کے فسق و فجور سے بچنا اور اخلاق فاضلہ حاصل کرنا ایک ایسی بات ہے جو خدا کو پسند آتی ہے خدا تعالےٰ صرف ہڈیوں پر بس نہیں کرتا ہے وہ تو عادات اور اعمال اور اخلاق کو دیکھتا ہے بہت ایسے ہیں کہ اپنے بزرگوں (رشیوں) پر ہی تمام کمالات انسانی و فیوض روحانی کو ختم کرتے ہیں لیکن سچا مذہب وہ ہے کہ اُسکا پیرو خود ہر زمانہ میں اپنے بزرگوں جیسا ہو کر دکھلا سکے ورنہ قصے کہانیاں کسکے پاس نہیں ہیں۔ سناتن دھرم والے بھی بہت سے قصے بیان کرتے ہیں لیکن کیا وجہ کہ وہی خدا اب موجود ہے جو ہزاروں برس پہلے تھا اور انسان اپنے قویٰ کو معدوم نہیں کر چکا ایسے لوگونکی مثال ایک اندھے کی سی ہے جو کہتا ہے کہ اگرچہ میں اندھا ہوں لیکن میرے بزرگ بینا تھے یا اُسی طرح کہ جو ننگا ہے اپنے عیبوں پر کوئی جرح نہیں کرتے بلکہ دعویٰ سے کہتا ہو کہ میرے دادا جو بڑے امیر تھے وہ عمدہ عمدہ لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے بری برہنگی کو جانے دو (خاکسار عبدالرحمن)

وہ کہہ لیتا ہے اور گر گذرتا ہے اور مایوس ہو کر کسی حکیم کی حکمت اور ہادی کی ہدایت کو لغو گردان کر پس انداز
کرتا ہے اور میٹھا کڑوا لگتا ہے اور کڑوا میٹھا معلوم ہوتا ہے اسی طرح آج کل بعض آریہ مہاشون کا حال بحال
ہے جن کا علاج آریہ سماج کو ازبس ضروری ہے ورنہ ایسے لوگ مزید دکھ اور درد کا باعث ٹھہرینگے واضح
ہو کہ الفاظ کید۔ مکر اور سجدہ کے سچے معانی صدہا بار شائع کئے گئے اور ازالہ اوہام کیا گیا ہے مگر جو دیدہ ودانستہ
تعصب کی پٹی باندھ لے اور دوسرونکو بھی گمراہ کرنیکی کوشش کرے اس کا اسکے سوا اور کیا علاج ہو سکتا
ہے کہ لالہ لیکھرام کی طرح نتبہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مصداق اور تختہ مشق ہو کر عدالت عالیہ الٰہیہ
سے اپنی پاداش کو پہنچے۔ واضح ہو کہ ہر زبان مین ذو معنی الفاظ ہوتے ہین جن کی دو یا دو سے زائد معنے لئے جاتے
ہین چنانچہ لفظ شہدا ہمارے پنجاب مین (غریب مسکین) کے معنے مین آتا ہے اور بعض اضلاع مین اس کے معنے
لچے گنڈے اور بدمعاش کے مستعمل ہین اور نیز جب ایک لفظ ایک زبان سے منتقل ہو کر دوسری زبان مین
آجاتا ہے تو اسکے معانی مین فرق نمایان نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ لفظ شراب جسکے معنے عربی مین صرف
"پینے والی چیز" کے ہین۔ اردو مین ایسی چیز پر عاید ہو گئے ہین کہ جسکا پینا قطعی حرام ہے۔ اسی طرح لفظ
حضرت کے بھی دو معانی مستعمل ہو گئے ہین۔ سو جس طرح بدقسمتی سے لفظ حضرت اور شراب وغیرہ کے معانی
اور نام بدنام ہو گئے ہین اسی طرح الفاظ کید۔ مکر اور سجدہ کو تنگ دایرہ مین نادان لوگون نے محدود کر دیا ہے
حالانکہ لفظ مکر کے معنے عربی مین باریک تدبیر کے ہین جو نیک و بد موقع پر استعمال ہو سکتی ہے چنانچہ

ؔ مہرشی دیانند سرستی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۰۳ مین خوب فرمایا ہے کہ "جو کوئی
الیشور کو جاننے والے" اور دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رسان اشخاص سے دشمنی کریگا وہ ضرور برباد
ہوگا" اگر ان کلمات سے نیک نیت آریے اور بھلے مانس سماجک مہاشے کا اتفاق رکھے ہے اور انہین صداقت کی
بو آتی ہے اور انہین سرستی کی کذب بیانی اور گپ لایعنی نہین (جیسے کہ فی الواقع امر ہے) تو بیشک لالہ لیکھرام
(وکیل ویدک دھرم) دنیا کے فیض رسان اور دھرم پر چلنے والے اور الیشور کو جاننے والے مرزا غلام احمد
صاحب قادیانی کے ساتھ دشمنی کر کے اور مقابلہ اور مباہلہ مین آکر آسمانی فیصلہ سے ہلاک ہو گیا۔ اور
فریقین (مرزا غلام احمد و لیکھرام) کی یہ دعا کہ "ہے پرمیشور جاہلت اور تعصب اور جور و ستم والے کاذب کا
ناش ہو۔ کیونکہ صادق کیطرح کاذب کبھی تیری درگاہ مین عزت اور فروغ نہین پا سکتا" درگاہ الٰہی مین
قبول ہو کر حسن و باطل مین فیصلہ کر گئی۔ لیکن اگر دیانند سرستی کے کلمات مندرجہ بالا سے آج دیانندی

ازالہ غلطی۔ لاہور کے مہاتما لالہ ہنسراج جی نے لیکچر یوگ کے خلاف نہیں دیا بلکہ شری مہرشی روچی رام جی نے دیا ہے
جنکو شری ۲۰۹ اور [illegible] کہنا بجا ہے

قرآن مین آیا ہے۔ ولا یحیق المکر السیٔ۔ الا باھلہ۔ یعنی مکر کرنیوالے پر ہی برا مکر الٹ پڑتا ہے یاد رہے کہ اگر لفظ مکر کے معنے صرف فریب بازی اور روبہ کاری ہی کے ہوتے (جیسے بیمار آریون نے سمجھا) تو اسکے ساتھ لفظ سیٔ (برا) نہ لگایا جاتا۔ اسی طرح لفظ کید بھی ان کیدی متین (یعنی میرا کید شرافت متانت پر مبنی ہوتا ہے) لفظ متین کے ساتھ ہوکر مستعمل ہوا ہے۔ اسی طرح آدمؑ کو خلیفہ یعنی بادشاہ وقت کے طور پر مخاطب کرکے ملائکہ کو اسکی اطاعت اور انقیاد پر مکلف کیا گیا ہے کیونکہ خلفاء اور ملوک کی ہی اطاعت اور انقیاد سیاق کلام سے علے العموم ملحوظ خاطر ہوتی ہے نہ کہ وہان سجدہ کے معنے متھا ٹیکنے کے معنے ہین جو قیم ہندوؤن اور آریونکا رویہ ہے اگر صرف متھا ٹیکنے کے ہی معنے ہین تو اسی قرآن مین لیسجد لہ مافی السموات ومافی الارض کے کیا معنے ہوئے یعنے اُسی پاک ذات کی زمین و آسمان اور ما فیہا یعنی شجر و حجر اطاعت اور انقیاد مین لگے ہوئے ہین یعنے اپنے فرایض کے پابند ہین کیا اسکے معنے یہ ہین شجر و حجر متھا ٹیکا کرتے ہین؟ بس اب اگر کوئی دل کا اندھا لفظ مکر جسکے پاک معنے دوسرے بُرے معنے سے نکھیرنے کے لیے السیٔ (بُرا) ساتھ لگایا گیا ہوا ور کید جسکے ساتھ متین لگایا گیا ہو جو متکلم کی متانت اور شرافت پر دال ہے اور سجدہ جسکے معنے سیاق کلام مین قدم بوسی یعنے انقیاد کے ہین وہ ان مین شک لاکر ایک ہی معنے لیکر خدا پاک کو مکار روبہ کا فریب باز کہے وہ خود مکار روبہ کار اور بے ایمان عمداً نادان ہے نہ کہ نیک ایمان دار چار سو سال کی عمر پانیوالا ایک آریہ۔

اب ہم واقعات کی رو سے دیکھنا چاہتے ہین کہ آیا ان الفاظ سے مسلمانون نے کبھی غلطی اور دھوکا کھاکر اللہ پاک کو ان رذیلہ صفات سے متصف کیا ہے؟ یا مانا ہے سو ایسا ہرگز نہین۔ بلکہ ہزارہا سال کا تجربہ اور تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ایسے مغالطے مین لالہ لوگ ندرپال اور دھرم پال ہی عمداً گرے ہین اور کوئی نہین گرا۔ مگر قطع نظر اسکے وید کے صدہا ذومعنی الفاظ سے سخت خوفناک ہوئی

بقیہ حاشیہ - آریے روگردان اور بے ایمان ہوگئے ہون اور ایشور کو است (جھوٹ) کا حامی اور ست (سچ) کا ناش کرنیوالا مانکر ناستک ہونے لگے ہون اور آریہ سماج کے اصول کہ "ست (سچ) کے گرہن (قبول) کرنے اور است (کذب) کے تیاگنے (ترک) کرنے مین سرود اودیت (مستعد) رہنا چاہئے" کو محض گپ اور پوپونکی لیلا تصور کرنے لگ گئے ہون تو انکی مرضی۔ ہمین ایسون سے سروکار نہین ہمین

مگر غرض یہ کہ اب ہم واقعات کی رو سے دیکھتے ہین۔ کہ ان الفاظ سے مسلمانون نے کبھی غلطی کھا کر اللہ پاک کو ان رذیلہ صفات سے متصف کیا ہے۔ یا مانا ہے؟ ایسا ہرگز نہین ہوا۔ لیکن برخلاف اس کے ہزارہا سالوں کا تجربہ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایسے مغالطہ مین یوگندر پال اور دہرم پال ہی گرے ہین مگر قطع نظر اس کے وید کے ذومعنی الفاظ کے ذریعے ایسی خوفناک غلطی اور نادانی وقوع میں آئی ہے۔ کہ دنیا کو ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ لفظ اگنی وید مین نام دیوتا۔ ایک عورت کا تیسرا خاوند۔ نام ایشور پر استعمال کیا گیا جو ان بخت لفظ نے لاکھوں کو آتش پرست بنا دیا۔ اور لاکھوں کو اجری وجری۔ بول و براز کھانے والے بنا ڈالا۔ (ستیارتھ پرکاش ۲۶۷)

خدا جانے یہ لوگ دیانند کی رکیک تاویلوں کو کس طرح ہڑپ کرتے جاتے ہین۔ جو ذیل میں ہدیہ ناظرین ہین۔ اگنی کو اس لئے پرمیشور کہا گیا۔ کہ وہ آگ کی طرح روشن ہے۔ اور منو کو ایشور اس لئے کہا گیا۔ کیونکہ بمعنے عالم ہے۔ (اگر حقیقت میں منوجی واضع قوانین کو ہی رام رام کی طرح ایشور بنا لیا ہے۔ اور ..... سرشٹی دیوتا کا لفظ ایشور پر اس لئے جائز کر دیا ہے۔ کیونکہ ایشور کے صفات دیوتا میں ہین۔ اور دیوی بھی ایشور کا نام ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب)

ایشور کو اندر اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ پرورش کرتا ہے۔ اور ایشور کو اندر بمعنی بجلی اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ اسکی طرح چمکدار نور کل ہے۔ اور ایشور کو وایو اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ ہوا کی طرح راحت بخش اور نیز حرکت کرنیوالا محیط کل۔ آرام دینے والا ہے۔ اور دیو اس لئے ایشور کو کہا گیا۔ کہ وہ روشنی آرام اور راحت کے سامان بہم پہنچانے والا ہے۔ اور ماتا پتا اس لئے کہ وہ مادر و پدر کی طرح پرورش کرتا ہے اور خبر گیری کرتا ہے۔ حالانکہ ان معنوں کے بگھیڑنے اور اچھے برے کی تمیز کرنے کے لئے اگنی۔ وایو۔ دیوتا وغیرہ کے ساتھ کوئی لفظ اول آخر میں نہیں لگایا گیا۔ پر مگر جس کے ساتھ لفظ ممیز بھی ہو گیا اس کا اقرار کرنا موت ہے۔ یا ایمان؟ پس ایسی تاویلوں سے ہر ایک چیز کو ایشور کہہ سکتے ہین۔ چنانچہ اگر وید میں کبھی پیپل کا لفظ بھی آ گیا۔ تو کہدین گے۔ کہ پیپل کا نام اس لئے پرمیشور ہے۔ کہ وہ تیتر۔ طوطوں کیطرح جہان کی پرورش اور خبر گیری کرتا ہے۔ اور ریل یا تار برقی اس لئے ایشور بنجاویگی۔ کیونکہ یہ بھی راحت سفر اور آرام کے اسباب مہیا کرتی ہے۔ اور مکھی۔ سوئی۔ لاٹھی۔ تلوار۔ بندوق بھی ایشور کے معنوں مین تاویلاً جائز ہوجاویگا کیونکہ یہ چیزیں بھی آرام کے اسباب بہم پہنچاتی ہین۔ اور بروں کو لانے والی ہین۔ گویا دو در ہین یا آریا۔ بس بہائیو! بس کرو! جہان تاویلوں کا اس طرح پڑپاٹ گیا۔ اور دروازہ کھلگیا۔ پھر آریون کے سامنے کس کو دم مارنے کی گنجائش ہے۔ ہرگز نہین۔ اپنی تاویلوں نے تو دیوی۔ دیوتے۔ اور اگنی وغیرہ کی بت پرستی کو نگل لیا ہے۔ مگر آخر تے ہوگی۔ چنانچہ یہ ساری تاویلیں رسالہ **میں مسلمان ہو گیا**۔ میں بہ تشریح تام والا کلام لکھی جاچکی ہیں جو آریوں کی مرض کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ ۵ ابیات

آریو ذرا انصاف کرنا ٭ طرف داری تعصب پر نہ مرنا کہو کیسے دین حق کا یہ نشاں ہے ٭ تمہاری جس طرح اب تنز زباں ہے
کہاں وہ جب کہاں یہ لغو حرکات ٭ معاذ اللہ منہ سے یہ خرافات ٭ معاذ اللہ کیا شان خدا ہے ٭ کہ دل جس پر تمہارا فدا ہے

آوازۂ خلق نقارۂ خدا

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم اس امر کے بالکل خواہاں اور محتاج نہیں۔ کہ کوئی ہماری تعریف یا مذمت کرے
کیونکہ جب اللہ پاک نے کتاب ہذا کی تکمیل پر بذات خود مذکورۃ الصدر نام تجویز فرمایا۔ اور ہمارے مرشد اور مولا
کی ارشاد کی تعمیل پر صادر کیا (جو عزت فی الواقعہ بہت کم لوگوں اور انکی کتابوں کو نصیب ہوئی ہے) پھر ہمیں
تمام جانگداز محنت اور اخلاص کا پھل اور اجر مل گیا۔ مگر پھر بھی بعض احباب کی حوصلہ افزائی اور قدردانی قابل
ذکر ہے۔ جو ہدیہ ناظرین ہے (نقل مطابق اصل)

حضرت ابی المکرم مولوی نور الدین صاحب! "میں اس کتاب کو بہت پسند کرتا ہوں"۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب
"ماسٹر عبدالرحمان نے نہائیت جانگداز محنت اور دردمندی سے کتاب لکھی ہے۔ اور ہماری امیدوں سے کہیں
بڑھ کر لکھی ہے۔ اور فی الجملہ علی الجملہ بہتوں کے لئے ہدائیت کا موجب ہوگی۔ انشاء اللہ۔

منشی فخر الدین صاحب! "میرے نزدیک یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ ... خصوصاً حقیقت اسلام عرقریزی سے لکھی
گئی ہے۔ اور آریوں پر کامل طور سے اتمام حجت کی گئی ہے"!

میاں محمد حسین از لاہور۔ اول سے آخر تک از حد قابل تعریف اور لائق شکرگذاری ہے میں ہمیشہ سے کتاب
کی عبارت آرائی۔ اور انشا پردازی کو غور سے دیکھنے (یعنی نکتہ چینی) کرنے کا عادی ہوں۔ آپ نے جہاں
آریوں اور سکھوں پر اتمام حجت کی ہے۔ وہاں عبارت کے مقفا بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں رکھی۔ میاں
محمد حسین از میانمیر۔ کتاب "میں مسلمان ہوگیا" خوب لکھی ہے۔ شاباش۔ شاباش!! شاباش!!! مرحبا مرحبا!!
مرحبا!!! جزاک اللہ خیر الجزا خوب ہی۔ آریہ صاحبان کی قلعی کھولی ہے۔ گویا آریہ مت کا بخیہ فی الواقعہ
ادھیڑ دیا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر کمال خوشی ہوئی۔ اور ایسا دل کرتا ہے۔ کہ اگر آپ پاس ہوں۔ تو آپکے ہاتھ
چوم لوں... ... وغیرہ وغیرہ وغیرہ آریوں کے لئے یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

خادم قوم عبدالرحمان متوطن (ریاست کپورتھلہ) حال وارد قادیان، ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء